بسم اللہ الرّحْمن الرّحیْم
وصلی اللہ علیك یا ولی العصر ادرکنا

امتحان اورنتیجہ حضرت اسماعیل-امام حسین- امام مہدی

امتحان گاہ نبوت میں جس قربانی کی ابتدا کا شرف حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے حصہ میں آیا اسکا منتہی عاشور حسینی ہے نبی کا خواب اطاعت خداوندی کی تعبیر مانگ رہا تھا۔ بنی زادہ بہر حال، بہر طور، بہر طریق جمیع خصال نبوت سے آگاہ ہو تا ہے۔ لہذا ذبح ہوجانے میں نہ جھجک، نہ خوف، نہ تامل نہ کوئی فکری ہیجان بلکہ اپنے والد جو نبی اللہ کو تقدم بعین خواب یعنی حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے اپنی پوری جان اور طاقت کے ساتھ آمادگی اور رضا مندی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہاں بسلسلہ تقاضائے فطرت انسانی اس فکر کو ٹٹولتی ہے کہ اگر قربانی کے لئے دنبہ نہ آتا اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام راہ خدا میں قربان ہو گئے ہوتے تو کیا ہوتا؟ نظام کائینات ارضی کا کیا حال ہوتا؟ سلسلہ نبوت میں اہل دنیا کا انداز فکر کہاں گیا ہوتا؟ یہ بات ذرا مادر اسماعیل علیہ السّلام سے پوچھئے۔ بیٹے کے گلے میں اسی کا نشان دیکھ کر خود سے یہی سوال کیوں کر رہی تھیں کہ میرا بیٹا ذبح ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ اسی صدمہ کے تحت مادر اسماعیل جناب ہاجرہ بیمار پڑ گئیں اور زیادہ دن زندہ نہ رہیں۔ رحلت فرما گئیں کوئی کیا جانے جناب ہاجرہ کے دل کا درد کیسے امنڈ رہا تھا۔

وقت کو گذرنا تھا۔ اسے کون روک سکتا تھا گذر تا چلا گیا۔ ایک تہذیب آئی وقت کے ساتھ گزر گئی اور تہذیب نو نے جنم لیا۔ پھر کہینگی تہذیب پر چھائی اور اس کی جگہ دوسری تہذیب نے لے لیا۔ یوں عہد حاضر ماضی کے اوٹ میں چھپ گیا اور نئے نئے عہد کی صبح طلوع ہوئی۔ اسی طرح عہد کے ادوار گزرتے گئے لیکن کعبہ جو مکہ مکرمہ میں انسانیت کا دل بن کر دھڑک رہا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی داستان دہرا رہا تھا اور سوال اپنی جگہ باقی تھا اگر حضرت اسماعیل علیہ السّلام ذبح ہو جاتے تو کیا ہوتا؟ نہ حج کے رسوم ہوتے نہ قربانیاں ہوتیں۔ نہ طواف کعبہ ہوتا، نہ صفا مروہ کی سعی ہوتی، نہ منی کا قیام ہوتا نہ مزدلفہ میں ایک شب کنکریوں کو جمع کرنے کے لئے گزاری جاتی۔ نہ عرفات میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی یاد میں حاجیوں کے قافلے رکتے۔ نہ دعاؤں کی آواز سے میدان عرفات گونجتا نہ اس سر زمیں سے بوقت رخصت دل میں جدائی کا درد اٹھتا۔ نہ امام حسین علیہ السّلام کی دعائے عرفہ جیسی عظیم نعمت ہمیں نصیب ہوتی۔ یہاں قارئین مضمون ھذا کے ذہن کو اس نظام الہی کی طرف مبذول

کرانا مقصود ہے کہ اللہ تعالی کے ہر انجام کار میں ایک بہت بڑے۔ اورعظیم مقصد راز مضمر رہتا ہے۔ خواب ابراہیم علیہ السّلام ایک حلم الہی تھا۔ تعمیل حکم فریضہ نبوت تھا دنبہ کا ذبح ہونا بقائے نسل اسماعیل علیہ السّلام کی بشارت تھی۔ ارکان حج اسکی ہر سال یاد دلانے کی تاکید تھی۔ اور ذبح عظیم کا جملہ کربلا کی پوری داستان کی کتاب معرفت کا عنوان تھا۔ پھر اس کی شرح میں اپنے عدل و انصاف کے قائم ہونے کی آیات قرآنی کے چراغ روشن کر دیئے۔ کبھی کہا جب زمین مردہ ہو جائیگی اللہ تعالی اسکو حیات نو بخشیگا کبھی کہا نور خدا کو ظلم کی پھونکو سے بجھایا نہیں جاسکتا۔ کبھی ارشاد فرمایا۔ دین خدا غالب ہو کر رہے گا۔ کبھی آیت نے بڑھ کر غفلت کے ماروں کو متوجہ کیا۔ ہم انھیں امام اور اس زمین کا وارث مقرر کریں گے جو زمین پر کمزور کر دیئے گئے ہیں اور آخر میں یہ کہکر مومنین، صالحین اور نیکو کاران کو یقین دلا دیا کہ بقیة اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین

بس جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو فنا ہونے سے بچا کر ذبح عظیم یعنی حادثہ کربلا کی شہادتوں کے درمیان ایک طویل مدت اور زمانہ کا فاصلہ ہے اسی طرح عاشورہ حسینی اور کربلا کے شہیدوں کے انتقام لینے والے کے ظہور کی بشارت میں ایک نامعلوم مدت کا فاصلہ ہے۔ یعنی اگر ذبح عظیم پر نفس مطمئنہ کی مہر اللہ جس کی قدرت ہر شہ پر غالب ہے نے لگادی ہے اور وہ سنہری مہر اس طرح دمک رہی ہے کہ اس سے امید اور انتظار کے چراغ ہمیشہ روشن رہیں گے تو ظہور قریب ہو یا بعید مگر واقع ہو کر رہے گا۔ جسکی بشارت خداوند متعال نے بار بار دی ہے۔ یہ اللہ سبحانہ تعالی کا وعدہ ہے۔ یہ فیصلہ قرآن کریم کی آیتوں میں محفوظ ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اس کی قدرت ہر شہ پر غالب ہے اس کی مشیت کے اسباب بیان ہو چکے ہیں۔ حضور سرور کائنات نے منزل بہ منزل آگاہ کر دیا ہر طرح سے حجت تمام کر دی ہے۔ ساری علامتیں بیان کردی ہیں۔

ظہور پر نور امام وقت علیہ السلام قریب ہوتا جارہا ہے۔ علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ لیکن اس کا مسکن کہیں مستقبل کی منزل میں سجایا جارہا ہے۔ یہ زمانہ مستقبل کا ہر لمحہ جب حال سے گزر کر ماضی میں چلا جاتا ہے تو اپنے پیچھے اپنے نقش، زندہ نقش، روح پرور نقش سکون قلب کی سبیل کے نقش چھوڑ جاتا ہے جو ندا دے رہا ہے۔ بیدار رہو ہزار حلقہ دام طاغوتی چاروں طرف بھچے ہیں۔ اگر منزل ظہور جو قریب ہے اسے قریب تر کرنا ہے تو استغاثہ اور فریاد کا سہارا لینا پڑے گا۔ فریاد میں اثر پیدا کرنے کے لئے گناہوں سے اجتناب اور روزگاری سے رغبت کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں۔

ضروری ہے کہ استغاثہ میں اثر پیدا کرنے کے لئے۔ اس کی معنویت، اس کی اصالت اسکی شدت کے لئے کسی ایسے معیار اور بلند بانگ استغاثہ کی طرف دل میں چمک اور درد پیدا کرنا چاہئے جس کے جواب میں اہل سموات اور تمام ملائکہ تڑپ اٹھے ہوں۔ روز عاشورہ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے لبھائے مبارک سے استغاثہ بوقت رخصت بلند کیا تھا۔ اس روز سے آج اور آج سے صبح ظہور تک چہار دانگ عالم میں اس استغاثہ کی گونج موجود ہے۔ راوی عقبہ نے امام معصوم محمد باقر علیہ السّلام سے دریافت کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان روز عاشورہ ہم اگر قبر امام حسین علیہ السّلام سے دور ہوں تو کس طرح اپنے گردو پیش کے دور افتادہ مومن سے ملیں اور ان کو اپنے امام مظلوم علیہِ السلام کی تعزیت پیش کریں۔ تو اس کے لئے کیا ثواب اور اجر ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہو نا چاہئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ تمام ثواب مشتمل ہو گا ایک ہزار عمرہ، ایک ہزار حج اور ایک ہزار جہاد پر جو اس نے گویا میرے ساتھ کیا ہے اور میں اسکا ضامن ہوں اور طریقہ کار یہ بتایا کہ وہ ایک دوسرے مومن سے کہے **اعظم الله أجورنا بمصابنا ال علیہِ السلام و جعلنا و ایاکم من الطالبین بثاره مع ولیه الأمر المهدي من آل محمد علیهم السلام۔**

خدا مصیبت امام حسین علیہ السّلام میں ہمارے اجر کو زیادہ قرار دے اور ہمیں اور آپ کو بھی ان لوگوں میں قرار دے جو ان کے ولی امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ ان کے خون ناحق کا بدلہ لینے والے ہیں۔

عزائے حسینی میں اپنے تن من دھن کی بازی لگانے والے مسافروں کا ایک بڑا قافلہ اپنی مٹھیوں میں حالات سے نکلتی ہوئی آگ کے انگاروں کے لئے امید کی روشنی میں اپنے آقا مولا کے خیمہ گاہ کی طرف بڑھ رہا ہے یہ ملت اسلامیہ کے وہ خدا کے بندے ہیں جو بظاہر کمزور کر دیئے گئے ہیں لیکن انھوں نے صبر و استقامت کے مضبوط دل پہن رکھے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل کی ہر دھڑکن سے صدا آرہی ہے امام وقت کے ظہور کا وقت آگیا ہے۔ اور اگر زندگی نے وفا نہ کی تو اپنے ورثا سے اسی راہ پر ثابت قدمی کے لئے وصیت کر جاتے ہیں۔ یا مشکلات کو حل کرنے والے پروردگار ہمارے آقا امام عصر کے پر نور ظہور میں تعجیل فرما تُجھے واسطہ ہے کربلا کے ننھے مجاہد علی اصغر کے خون کا۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام

خداوند عالم نے اہل بیت علیہم السّلام کو "ایک نور" سے پیدا کیا ہے۔ اس بنا پر اہل بیت علیہم السّلام کی ہر فرد صفات و کمالات میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ سب ہی خدا کے منتخب کردہ معصوم اور رہنما ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت امام مہدی علیہ السلام میں خاص مشابہت پائی جاتی ہے۔ مضمون کی محدویت کو مد نظر رکھتے ہوئے ذیل میں چند مشابہتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نظر میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عظمت و اہمیت کے لیے یہ کیا کم ہے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ذکر سے سکون ملتا تھا۔ مصائب و آلام کے ہجوم میں اس تذکرہ سے آرام ملتا تھا۔

"جس وقت خداوند عالم نے جبرئیل کے ذریعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین علیہ السّلام کی شہادت سے باخبر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو سنایا۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا اور جب جبرئیل نے یہ پیغام دیا کہ خدانے امامت ان کی ذریت میں قرار دی ہے اور انہیں کے نسل سے مہدی ہوں گے جن کے پیچھے حضرت عیسی علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو سکون ہوا۔ "

(بحار الانوار، ج ۴۳، ص۲۴۸، ح ۲۴)

حضرت امام مہدی علیہ السلام فرزند جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :

مہدی میری عترت میں ہیں اور جناب فاطمہ علیہا السلام کی نسل سے ہیں۔

(سنن ابو داؤد، ج ۴، ص ۱۰۷, ح ۴۲۸۴)

یہ حدیث جہاں حضرت امام مہدی علیہ السلام کو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نسل میں بتا رہی ہے وہیں یہ حدیث صداقت رسالت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی دلیل ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بشارت کے تقریبا ۲۵۰ سال بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ دنیا ایک اولاد کے بعد دوسری اولاد کی

ضمانت نہیں لے سکتی ہے چہ جائیکہ نویں اور دسویں نسل کی ضمانت اس طرح سے یہ روایتیں سلسلہ امامت کے الہی و آسمانی ہونے کی گواہی دے رہی ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا : "اے فاطمہ تمہیں بشارت ہو یقینا مہدی تمہاری نسل سے ہے۔ "

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ذکر حضرت امام مہدی علیہ السلام

محمود بن رسید کا بیان ہے :

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انتقال کے بعد جناب فاطمہ شہیدوں کی اور جناب حمزہ کی قبر پر جاتی تھیں اور گریہ کرتی تھیں۔ ان کی خدمت میں عرض کیا: اے عورتوں کی سردار ! آپ کے گریہ نے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

فرمایا: اے ابو عمرو ! میرا گریہ حق بجانب ہے۔ میں بہترین باپ کی مصیبت میں گرفتار ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا کس قدر شوق ہے۔

عرض کیا: کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے علی علیہ السلام کی امامت پر نص کی تھی۔

فرمایا : تعجب ہے تم لوگ غدیر کو بھول گئے۔

عرض کیا: غدیر یاد ہے مگر میں وہ بات سننا چاہتا ہوں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ سے بیان فرمائی ہے۔

فرمایا: خدا کو گواہ قرار دے کر کہتی ہوں۔ میں نے حضرت رسول خدا سے سنا۔ علی علیہ السّلام سب سے بہترین ہیں جن کو میں تمہارے درمیان اپنا جانشین بنا رہا ہوں وہ امام ہیں اور میرے بعد میرے جانشین ہیں اور میرے دونوں نواسے حسن علیہ السّلام اور حسین علیہ السّلام کی نسل سے ۹ امام۔ اگر تم ان کی پیروی کروگے تو تم ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ اور اگر تم نے ان کی مخالفت کی تو قیامت تک تمہارے درمیان اختلافات رہیں گے۔

عرض کیا : شہزادی کیوں وہ خاموش ہو گئے۔

فرمایا: اے ابو عمر و حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

امام کی مثال کعبہ کی طرح ہے۔ کعبہ کے پاس جایا جاتا ہے کعبہ خود نہیں آتا ہے پھر فرمایا :

خدا کی قسم اگر حق کو حقدار کے پاس رہنے دیا جاتا تو دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے اور یہ خلافت ایک کے بعد دوسرے کو ملتی یہاں تک کہ حسین کی نسل سے نویں فرزند ہمارے قائم کا ظہور ہوتا۔

(بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۳۵۳، ح ۲۲۴)

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد جن مصائب کا سامنا کیا ان میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ، سکون قلب کا سبب ہے۔

اس کے علاوہ حدیث لوح جو "لوح فاطمہ" کے نام سے مشہور ہے جسے خداوند عالم نے امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کے موقع پر بطور تحفہ نازل کیا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو وہ لوح ہدیہ کی تھی اس میں بارہ اماموں کا نام بنام تذکرہ ہے اس میں حضرت امام مہدی علیہِ السلام کا ذکر ہے۔

ذکر حضرت امام مہدی علیہ السلام تسکین قلب زہر علیہا السلام علی بن بلال نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے۔ "حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زندگی کے آخری لمحات میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان کے سرہانے تھیں۔ وہ اس قدر روئیں کہ آواز گریہ بلند ہوگئی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: میری چہیتی فاطمہ تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد کیا ہو گا۔ کس طرح ہمارے حقوق ضائع کئے جائیں گے ۔ فرمایا :

میری پارہ جگر۔ کیا تمہیں نہیں معلوم خدانے زمین پر نظر کی اس وقت تمہارے والد کو منتخب کیا اور ان کو رسول قرار دیا پھر خدا نے دوسری مرتبہ نظر کی تو تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھ پر وحی کی کہ میں تمہاری شادی ان سے کروں۔

اے فاطمہ خدا نے ہم اہل بیت کو سات ایسی خصوصیات عطا کی ہیں جو نہ ہم سے پہلے کسی کو دی اور نہ ہمارے بعد کسی کو عطا کی ہے۔

۱ - میں خاتم النبیین ہوں اور خدا کے نزدیک تمام انبیاء سے افضل ہوں تمام مخلوقات تمہارے والد (کے سبب پیدا کی گئی ہیں) اور تمہارے والد خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲ - میرا وصی تمام اوصیاء میں افضل و اکرم اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور وہ تمہارے شوہر ہیں۔

۳ - ہمارے شہید تمام شہداء میں بہتر اور خدا کے نزدیک تمام شہداء سے زیادہ محبوب وہ جناب حمزہ بن عبد المطلب جو تمہارے والد اور تمہارے شوہر کے چچا ہیں۔

۴ - میرے چچازاد بھائی وہ ہیں جن کے دو پر ہیں جن کے ذریعہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ وہ تمہارے والد کے چچا زاد بھائی اور تمہارے شوہر کے بھائی ہیں۔

۵ - ۶ - اس امت کے دونوں سبط وہ دونوں تمہارے فرزند حسن و حسین علیہم السّلام ہیں اور دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اس خدا کی قسم جس نے مجھے نبی بنایا ان کے والدین ان سے بہتر ہیں۔

۷ - اے فاطمہ اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ مجھے نبی بنایا ان دونوں کی نسل سے اس امت کے مہدی ہیں جس وقت دنیا میں ہر طرف اتھل پتھل مچی ہوگی۔ فتنہ ظاہر ہورہے ہوں گے راستہ ٹوٹ رہے ہوں گے۔ ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کر رہے ہوں گے بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کر رہے ہوں گے۔ چھوٹے بڑوں کا احترام نہ کر رہے ہوں گے اس وقت خداوند عالم ان دونوں کی نسل سے اس کو ظاہر کرے گا جو ضلالت اور گمراہی کے قلعوں کو فتح کرے گا۔ مہر بند دلوں کو فتح کرے گا۔ "

(کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۶۷؛ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۷۹)

اس روایت پر غور کریں جس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا آخری وقت تھا اور رونما ہونے والے واقعات کو سوچ کر جناب زہرا سلام اللہ علیہا بلند آواز میں گریہ فرما رہی تھیں اس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کر کے تسکین قلب کے اسباب فراہم کئے۔ وہ بھی کس کے لئے جو خاتون جنت اور کائنات کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ذکر کس قدر اہم ہے۔

جناب زہرا سلام اللہ علیہا نمونہ عمل

حضرت امام مہدی علیہ السلام معصوم ہیں وہ اپنے لئے کسی کو "نمونہ عمل" اور "اسوہ" قرار دیں اس سے اس شخص کی عظمت اور قربت کا احسا ہوتا ہے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کی زندگی میرے لئے نمونہ عمل ہے۔

(الغیبتہ شیخ طوسی ص ۱۷۳)

امام زمانہ علیہ السّلام نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو نمونہ قرار دیا ہے اور آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مکمل آئینہ تھیں۔

عائشہ کی روایت سے۔ میں نے فاطمہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا جو شکل و صورت میں، چلنے میں، بات کرنے میں، اٹھنے بیٹھنے میں رسول اللہ سے مشابہ ہو۔

(فاطمہ بہجتہ قلب المصطفی)

ایک روایت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

"یقینا خدا تمہارے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری خوشنودی سے خوش ہوتا ہے جس نے تم کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی جس نے تم کو ناخوش کیا اس نے مجھے ناخوش کیا اور جس چیز سے تم کو اذیت ہوتی ہے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ "

(ماخذ سابق)

اس طرح جناب زہرا سلام اللہ علیہا کو نمونہ عمل قرار دینا گویا خدا و رسول کی رضا و خوشنودی کو نمونہ عمل قرار دینا ہے۔ جناب زہرا علیہا السلام کی رضا کو آئینہ رضائے پروردگار قرار دینا عظمت کردار اور عصمت عظمی کی دلیل ہے۔

سورہ قدر، حضرت زہرا اور امام مہدی علیہم السّلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سورہ قدر کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں :

لیلۃ القدر۔ اللیل سے جناب فاطمہ اور قدر اللہ جسے جناب فاطمہ زہرا کی حقیقی معرفت حاصل ہوگی اسے شب قدر مل گئی۔ جناب فاطمہ کو فاطمہ اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ مخلوقات ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتی ہے۔

(بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۶۳, ح ۵۸)

ایک اور حدیث میں امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا :

"لیلۃ القدر. خیر من ألف شھر" سے جناب فاطمہ علیہا السلام مراد ہیں۔" تنزل الملایکۃ و الروح فیھا" میں ملائکہ سے مومنین مراد ہیں جو آل محمد علیہم السّلام کا علم رکھتے ہیں۔ "والروح" سے روح القدس یعنی جناب فاطمہ علیہا السلام "من کل امر" ہر وہ بات جو سالم قرار پائے " حتّٰی مطلع الفجر" یہاں تک قائم علیہِ السلام کا ظہور ہو۔

(تفسیر برہان، ج ۴، ص ۸۷۸, ح ۲۴)

سورہ قدر کی ابتداء حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور انتہا حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ شب قدر جس میں تمام امور طے پاتے ہیں۔ حضرت زہرا علیہا السلام سے شروع ہوتے ہیں اور حضرت امام مہدی علیہ السلام پر تمام ہوتے ہیں۔

<u>جناب زہرا علیہا السلام اور شب قدر</u>

۱ - جس طرح سے لوگ شب قدر کی عظمت و منزلت سے ناواقف ہیں حضرت زہرا علیہا السلام کی معرفت و عظمت سے بھی واقف نہیں ہیں۔

۲ - جس طرح شب قدر تین راتوں میں کوئی ایک رات ہے اسی طرح حضرت زہرا علیہا السلام کی قبر مطہر تین مقامات (بقیع، قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور منبر رسول کے درمیان یا خود گھر میں) کسی ایک جگہ ہے۔

۳ - شب قدر میں تمام امور بیان ہوتے ہیں۔ ہر امر حکیم وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے اس طرح حضرت زہرا علیہا السلام کی شخصیت حق و باطل کے درمیان شناخت کا معیار ہے۔ مسلم و کافر مومن و منافق کے درمیان امتیاز کا سبب ہے۔

۴ - شب قدر جس طرح ظرف نزول قرآن سے یعنی اس شب میں قرآن صامت نازل ہوا ہے اس طرح جناب زیرا علیہا السلام ظرف نزول قرآن ناطق یعنی امامت ہیں۔

۵ - شب قدر انبیاء اور اولیاء علیہم السّلام کی معراج ہے۔ حضرت زہرا علیہا السلام کی ولایت کا اقرار منصب نبوت و رسالت کے حصول کا سبب ہے۔ کسی نبی کی نبوت اس وقت تک مکمل نہیں ہوئی جب تک حضرت زہرا علیہا السلام کی فضیلت اور محبت کا اقرار نہیں کیا۔

۶ - شب قدر تمام فیوض اور کمالات کا سر چشمہ ہے سارے کمالات اور تمام تر فیوض و برکات اسی شب میں نازل ہوتے ہیں۔ جن کے نزول کا ذریعہ جناب زہرا علیہا السلام ہیں جن کے توسل سے یہ تمام فیوض و برکات ارض کائنات کو حاصل ہوتے ہیں اور ہر طرح کی آفت و بلا آپ ہی کی ذات گرامی کی وجہ سے دور ہوتی ہے۔

۷ - شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے جناب زہرا علیہا السلام اول و آخر تمام عورتوں کی سردار ہیں یعنی سب سے بہتر و برتر ہیں۔

۸ - شب قدر اور حضرت امام زمانہ علیہ السّلام میں بھی بہت گہرا ربط ہے۔ شب قدر دلیل وجود اور زندگی حضرت امام زمانہ علیہ السّلام ہے۔ سورہ مبارکہ انا انزلنا اور سورہ مبارک "حم دخان" میں "کل امر" کا ذکر ہے۔ یعنی اس مبارک رات میں سال بھر کے تمام امور خداوند عالم کی جانب سے ملائکہ کے ذریعہ نازل ہوتے ہیں جب ملائکہ "امر الٰہی "

لے کر نازل ہوتے ہیں تو یقینا ایک "ولی امر" اور "صاحب امر" کا ہونا ضروری ہے جو ان امور کو دریافت کرے اور لوگوں تک پہونچائے۔ جناب زہرا علیہا السلام کی معرفت و محبت سبب شناخت شب قدر ہے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وجود پر نور کا یقین سبب نزول امر الٰہی ہے۔

<u>اب ذرا ان روایتوں پر توجہ فرمائیے</u>

ایک عیسائی حضرت امام موسی کاظم علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور چند سوال دریافت کئے ان میں ایک سوال سورۃ مبارکہ حم خان کی ابتدائی آیتوں کے بارے میں تھا۔

"آپ مجھے خدا کی اس کتاب کے بارے میں بتائیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر نازل ہوئی ہے جس سے خدانے گفتگو کی ہے اور ان کے اوصاف و کمالات بیان فرمائے وہ یہ ہے

حم ﴿۱﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿۲﴾ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿۳﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

(سوروہ دخان، آیات ۴-۱)

حم اور کتاب مبین ہم نے اس کو ایک مبارک رات میں نازل کیا۔ اور یقینا ہم آخرت کے عذاب سے باخبر کرنے والے ہیں اس مبارک رات میں ہر امر حکیم جدا ہوتے ہیں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا۔ "حم" سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ جناب ہود علیہ السلام کی کتاب میں اس طرح مخفف ذکر ہوا ہے۔ (میم اول اور دال کو ذکر نہیں کیا گیا ہے) "الکتب المبین" سے حضرت علی علیہ السّلام مراد ہیں اور "لیلۃ" سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام مراد ہیں۔ "یفرق کل امر حکیم" سے خیر کثیر ۔ بہت ہی زیادہ خیر اور نیکیاں مراد ہیں ایک مرد حکیم کے بعد دوسرا مرد حکیم۔

(كافي باب مولد ابی الحسن موسیٰ بن جعفر علیہم السّلام، ح ۴)

اس روایت میں شب قدر سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام مراد ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا:

"اے گروہ شیعہ تم لوگ سورہ "انزلناہ" سے استدلال اور بحث کرو کامیاب ہوگے۔ خدا کی قسم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد یہ مخلوقات پر خدا کیا حجت ہے اور یقینا یہ سورہ تمہارے دین کا مآخذ اور سردار ہے اور ہمارے علم کی انتہا ہے۔

اے گروہ شیعہ تم لوگ سورہ حم دخان سے استدلال کرو یہ سورہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد اولی الامر سے مخصوص ہے۔

(کافی جلد ا، ص ۲۴۹)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام نے فرمایا :

ہر سال شب قدر ہے اور اس رات میں سال بھر کے تمام امور نازل ہوتے ہیں یہ امور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد ولی امر کے سپرد ہوتے ہیں۔

ابن عباس نے دریافت کیا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا :

میں اور میری نسل کے گیارہ امام ۔

(کافی جلد ا، ص ۲۴۷- ۲۴۸)

اس طرح شب قدر کے تعلق سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت امام زمانہ علیہ السّلام میں ایک خاص ربط ہے ایک کی معرفت و محبت شب قدر ہے اور ایک کی خدمت میں تمام امور نازل ہوتے ہیں اس کے ذریعہ تمام مخلوقات کو خدا کا فیض پہونچتا ہے۔ جو شخص ان حضرات کی ولایت و امامت کا قائل نہیں ہے وہ شب قدر کی برکتوں سے محروم ہے اور جس شخص کا دل ان حضرات کی ولایت و امامت سے مالامال ہے وہ ان کے توسل سے زندگی کا ہر مرحلہ حل کر سکتا ہے ہر مشکل دور کر سکتا ہے اس کی زندگی میں ہرگز مایوسی اور نا امیدی کا گزر نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ولایت و امامت اہل بیت علیہم السّلام کی نعمتوں سے بہرہ مند افراد دہشت گردی کی لعنت سے محفوظ ہیں۔

عقیدہ مہدویت اور کُتب اہل سنت

یہ حقیقت کسی کے لئے پوشیدہ نہیں ہے کہ عقیدہ مہدویت وہ عقیدہ ہے جس پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔ لیکن حال ہی میں اہل بیت علیہم السّلام سے بغض رکھنے والے چھ افراد نے اپنی شیطانی تبلیغات کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ عقیدہ صرف شیعوں کا عقیدہ ہے اور اس کا اسلام سے کوئی ربط نہیں ہے۔ لہذا اس مختصر سے مضمون میں ہم اہل تسنن کی ان کتابوں کی معرفی کریں گے جو مستقل موضوع مہدویت پر لکھی گئیں ہیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جنہیں مشہور اور معروف علماء اہل تسنن نے تصنیف کی اور یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ البتہ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ ساری تصنیفات علامہ شیخ عبد الحسن الامینی رحمۃاللہ علیہ، صاحب کتاب الغدیر کے کتابخانہ سے لی گئی ہیں اور سب کی سب عربی زبان میں ہیں۔ اس فہرست کی تالیف کا سہرا محقق اور کتاب شناس فقید مرحوم سید عبد العزیز ابن سید جواد طباطبائی یزدی نجفی (۱۳۴۸-۱۴۱۶ ھ) کو جاتا ہے۔ کیا خوب ہوتا کہ اگر بر صغیر، یعنی ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش کے علماء میں سے کوئی محقق اسی طرح اردو، ہندی اور انگریزی کتابوں کی فہرست تالیف کرتا کیونکہ آج اس طرح کے کام کی ہمیشہ سے زیادہ ضرورت ہے جب مذہب حقہ پر اغیار کے حملے، کیفیت اور کمیت، دونوں اعتبار سے بڑھتے جارہے ہیں۔ اب آیئے بغیر مزید تمہید کے ان کتابوں کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں :

۱ - اِبْرَازُ الْوَہْمِ الْمَکْنُوْنِ مِنْ کَلَامِ ابْنِ خَلْدُوْنَ

تالیف :

علامہ محدث ابو الفیض احمد بن محمد بن صدیق غماری (و ۱۳۸۰ ھ)۔ یہ قاہرہ کے باشندہ تھے۔ احمد محمد مرسی النقشبندی نے اپنی کتاب "علی ابن ابي طالب أمام العارفين" کے مقدمہ میں مصنف موصوف کا شرح حال زندگی بیان کیا ہے۔ یہ کتاب یعنی ابراز الوھم المکنون من کلام ابن خلدون امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ہے اور یہ کہ حضرت علیہ السّلام آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے اور اس سلسلہ میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم متواتر ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۴۷ ھ میں ترکی میں پہلی بار چھپی اور پھر ۱۳۵۴ ھ میں دوبارہ چھی۔ جو حضرات مؤلف موصوف کی سوانح حیات پڑھنا چاہتے ہیں وہ معجم المؤلفین ج ۱۱، ص ۳۶۸ ور اعلام زر کلی، ج ۱، ص ۲۵۳ کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ موصوف کے برادر عزیز عبد العزیز ابن محمد غماری (۱۴۱۸ ھ) نے کتاب " **الافادة بطرق حديث: اَلنَّظَرُ اِلٰی عِلِيٍّ عِبَادَةٌ** " تحریر فرمائی۔ **الاربعون حديثًا فِی المہدی**

- مؤلف حافظ ابو نعیم احمد ابن عبد اللہ اصفہانی (۴۳۰ ھ)۔ اس کتاب میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ۴۰ حدیثیں درج کی گئی ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اس تصنیف کو اپنی کتاب العرف الوردی کا محور اصلی قرار دیا ہے۔ **اَصَحُّ مَا وَرَدَ فِیْ الْمَہْدِی وَ عِیْسٰی**

- مؤلف شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی (۱۳۶۳-۱۲۹۵ ھ)۔ مولف ایک مدت کہ مکہ مکرمہ میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ بھر اپنے قاہرہ ہجرت فرمائی اور وہاں دانشگاہ الازہر میں اصول دین کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی کئی کتابیں ہیں الازہر یونیورسٹی نے چھاپی، جس میں مندرجہ بالا کتاب بھی ہے۔ اسکے علاوہ اپنے دو کتابیں اور تحریر فرمائی ہیں: حیاۃ علی ابن ابی طالب اور کفایۃ الطالب في مناقب علی ابن ابی طالب علیہ السّلام مصنف کی سوانح حیائی کتانی کی فہرس الفہارس، ص ۵۵؛ الاعلام زر کلی، ج ۶, ص ۷۹ اور معجم، ج ۱۷۶ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

۴ - **البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان** – تالیف: علی ابن حسام الدین متقی ہندی (۸۸۵-۹۷۵ ھ) جو کنز العمال اور دیگر مشہور کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کی طولانی شرح حال نزہۃ الخواطر ، ج ۴، ص ۲۳۴ میں موجود ہے۔ اس کتاب کا نسخہ حرم مکی، لندن، حیدر آباد (دکن) اور مدینہ منورہ کے کتاب خانوں میں موجود ہے۔ اس کا آخری نسخہ سعودی عرب ۱۴۰۸ ھ میں چھپا ہے۔ یہاں ایک بات ضرور بتانا چاہیں گے کی متقی ہندی نے ایک رسالہ حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق فارسی زبان میں لکھا تھا جو آج بھی آیت اللہ مرعشی رحمۃاللہ علیہ کے کتاب خانہ (قم مقدسہ) میں موجود ہے (۱۲۹/۲) یہ رسالہ ۶۰ حدیثوں پر مشتمل ہے اور چار فصلوں میں ہیں جو اس طرح ہیں (ا) حضرت مہدی علیہِ السلام کا وصف و نسب (ب) آپ کے کرامات (ج) علامات ظہور اور (ر) ظہور کے بعد واقعات۔

۵ - **البیان فی اخبار صاحب الزمان** - تالیف: فخر الدین محمد ابن یوسف گنجي شافعی (و ۶۵۸ ھ)۔ مؤلف کا ذکر ہدیہ العارفین، ج ۲، ص ۱۲۷ پر ہوا ہے۔ افتخار العلماء سعادت حسین خان صاحب قبلہ رحمۃاللہ علیہ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے بنام امام منتظر، لیکن افسوس کہ یہ کتاب اس وقت دستیاب نہیں ہے۔ المنتظر کے ذریعہ ہم مرحوم کے پسمندگان اور عقید تمندوں سے التجا کرتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو اس کتاب کو منظر عام پر لائیں تا کہ مرحوم کے باقیات صالات میں اضافہ ہو۔

۶ - **تحقیق النظر فی اخبار الامام المنتظر** - الیف: محمد ابن عبد العزیز ابن مانع ابن محمد ابن عبد اللہ ابن محمد ابن ابراہیم وہبی (۱۳۰۰-۱۳۸۵ ھ)۔ یہ علماء نجد میں سے تھے۔ زر کلی نے لکھا ہے کہ موصوف نے بصرہ، بغداد اور قاہرہ میں تحصیل علم کیا۔ ۱۳۸۵ ھ میں سعودی عرب کے بادشاہ، عبد العزیز آل سعود نے انہیں مکہ دعوت دی اور وہاں درس دینے کی درخواست کی۔ ۱۳۸۵ ھ میں علاج کے لئے بیروت گئے اور وہیں انکا انتقال ہو گیا۔ (ج ۶، ص۲۰۹) ۔

۷) - **رسالة فی تحقیق ظہور المہدی** - تالیف: احمد ابن عبد الطیف البر بیر دمیاطی (و ۱۲۲۸ ھ)۔

۸ - **تلخیص البیان فی اخبار مہدی آخر الزمان** - تالیف: علا الدین علی ابن حسام الدین الملک ابن قاضی خان متقی ہندی (۹۷۵ ھ) ۔ اس کتاب کے نسخہ کتاب خانہ آصفیہ، حیدرآباد، دکن میں موجود ہے۔ جب علامہ امینی رحمۃاللہ علیہ نے ۱۳۸۰ ھ یار میں ہندوستان کا دورہ کیا تو آپ نے اسی کتاب خانہ سے اس کتاب کا استنساخ کیا اور اپنے مشہور سفر نامہ ثمراۃ الاسفار، ج ۱، ص ۱۴۵- ۱۴۷ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اسکے علاوہ اس کتاب کے نُسخہ مدینہ منورہ کے کتاب خانہ ملک عبد العزیز، استنبول، ترکی، منچستر، انگلینڈ اور ممبئی کی جامع مسجد کے کتاب خانوں میں بھی موجود ہے۔

۹ - **تنبیہُ الوَسْتنَانِ اِلیٰ اَخْبَارِ مَہْدِیِّ آخِرِ الزَّمَانِ** - تالیف: احمدِ نوبی (و ۱۰۳۷ ھ)۔ اس کتاب کا نسخہ گو تیت، جرمنی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔

۱۰ - **اَلدُّرُّ الْمُنْضُوْد فی ذکر المہدی الموعود** – تالیف: سید صدیق حسن ابن اولاد حسن ابن اولاد علی کنوجی۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: **الحمد للہ الذی بیدہ الملک والملکوت و بعد فاعلم ان لمشہور بین کافۃ من اہل الاسلام علی ممد الاعصار انہ لا بد فی آخر الزمان من ظہور الرجل...**۔ اس کتاب کا اصلی نسخہ جو خود مصنف کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے ندوۃ العلماء،

لکھنؤ، ہندوستان میں موجود ہے۔ تحت شمارہ ۳۱۱۔ فہرست ندوۃ العلماء، ص ۹۷)۔

عصر ظہور میں عدل انبیاء کی تجلّیاں

نظم و قانون اجتماعی و معاشرتی زندگی کے اہم تقاضے تو ضرور ہیں مگر نظم و قانون کا آجانا تقاضہ کو پورا نہیں کر تا تنہا اصول بنا کر اجتماعی و فردی زندگی کو خوشحال نہیں بنایا جاسکتا۔ خوشحال اور رضایت پسند اجتماعی زندگی اسی وقت میسر ہو سکتی ہے جب عدل و انصاف پر مبنی اجتماعی زندگی استوار ہو۔ اور عادلانہ اجتماعی ذمہ دار زندگی اسی وقت حاصل ہو گی جب سماج و معاشرہ کا قانون و نظام بھی عدل و انصاف پر استوار ہو۔ خداوند عالم نے اپنے کرم کی بنیاد پر تمام انسان کو بہتر اور سعادت مند زندگی بسر کرنے کے تمام امکانات فراہم کئے ہیں لیکن بہت سے انسان اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کر کے غضب پروردگار کا شکار ہوئے۔ الٰہی رہبری و ھدایت، عادلانہ نظام و قوانین، خداوند عالم کی انسان کے لئے اہم ترین نعمتیں تھیں جو ناقدریوں کی بنا پر بطور مستقیم آن امکانات سے ہدایت و رہبری حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔

انسان اپنی تمام توانائیوں اور قدرت و طاقت کو استعمال کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ بہتر اور پر مسرت زندگی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و ہم آہنگی میں مضمر ہے جسے ایک بہترین اجتماعی و معاشرتی زندگی کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ مگر اجتماعی زندگی کی بہت سی ضروریات اور لوازمات ہیں جن میں سب سے اہم "امر نظم و قانون" ہے بغیر نظم و قانون کے اجتماعی زندگی نہ صرف انسانی معاشرے اہداف و مقاصد کو پورا نہیں کرتی بلکہ انسان کی حیات اور بقا کو بھی خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ اب یہیں سے ایک بہت بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے اور بات آگے بڑھتی ہے۔ جب نظم و قانون کی ضرورت ہے تو اس نظم و قانون کا معیار کیا ہے؟ قانون بنانے والے کے سامنے کون کون سے اہداف و مقاصد ہیں؟ قانون نافذ کرنے والا کون ہے؟؟... اس مختصر تحریر میں موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو تو نہیں ہو سکتی مگر بطور خلاصہ عرض کروں کہ انسانی معاشرہ کو اس کے موجودہ حالات اور نظم و قانون کو ملاحظہ کرتے ہوئے تین طرح کے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔

ا - ایک وہ معاشرہ جو صراط مستقیم کے محور پر گردش کر رہا ہے یہ معاشرہ الٰہی قانون، الٰہی اہداف اور خدائی رہبری و نمائندگی میں بہرہ مند ہوتا ہے جس کی نظر میں زندگی کا آغاز و انجام بھی خدائے تعالی ہی ہے۔ انبیاء کرام، اولیائے الٰہی کی تبلیغ و ہدایت کا سارا زور انسانی معاشرہ کو صراط مستقیم پر قائم کرنا ہے۔ اس بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی حکومت در اصل انبیائے الٰہی کی رسالت کا دوام اور تسلسل ہے جس میں عدل و انصاف اپنے پورے مراتب کے ساتھ جلوہ

گر ہو گا۔ اور کسی بھی قسم اور شکل میں ظلم و جور کا نام و نشان نہ ہو گا۔ در حقیقت عدل صرف اس صورت میں قابل تصور ہے۔

۲ - دوسرا وہ معاشرہ ہے جو الٰہی اہداف و مقاصد کے بر خلاف چل رہا ہے۔ جس طرح کے افراد انبیائے الہی اور نمائند گان پروردگار کی مخالفت کرتے ہوئے جنگ و جدال، قتل و غارت اور ہر طرح کے ظلم و بربریت کا مظاہرہ کر رہے تھے اور آج بھی ایسے افراد جو ظلم و ستم کو اپنے ناپاک عزائم کے لئے ذریعہ بنائے ہوئے ہیں ایسے ہی افراد ظہور امام مہدی علیہ السلام کے بعد آپ کے نظام عدل و انصاف کی مخالفت کرتے ہوئے جنگ پر آمادہ ہوں گے۔ یہ وہ افراد ہیں جن میں خداوند عالم نے قرآن میں "مغضوبین" کے نام سے یاد کیا ہے۔

۳ - وہ معاشرہ جو ہر طرح کے اخلاق و کردار سے بے بہرہ، گمراہی و تاریکی میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ انسانی و دینی تہذیب و تمدن سے دور گھٹاٹوپ اندھیرے میں زندگی گذارتا ہے یہ قابل ہدایت تو ہے مگر ان کی جہالت و نادانی راہ عدل و انصاف میں قدم اٹھانے سے مانع ہے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو "ضالین" کے گروہ میں قرار دیا ہے۔ آج جو کچھ دنیا میں گزر رہا ہے وہ مختلف اعتبار سے عدل و انصاف کے اصول و قانون سے متصادم ہے۔ آج دنیا ان لوگوں کے اختیار میں ہے جن کی کوشش دنیا کی تمام دولت و قدرت اور طاقت و اقتدار پر تنہا تسلط پیدا کرنا ہے اور دیگر انسانوں کو ان سے محروم کرتا ہے۔ خواہ اس راہ میں ظلم و ستم اور بربریت کے بہترین حربوں کا استعمال ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ آج کی دنیا میں آزادی، سیکولر ازم، حقوق شہر کا دفاع، ٹرورزم کے ساتھ عالمی جنگ، ایٹمی اسلحوں کا عدم پھیلاؤ کی پالیسی، عالمی امن و امان قائم رکھنے کا ڈھنڈورا۔ یہ سب عالمی ستمگروں کے مصنوعی اور مکر و فریب کے نعرے ہیں تاکہ اپنے مذموم ارادہ اور مظالم پر پردہ ڈال سکیں۔ اس بنیاد پر ہم قرآنی نقطہ نگاہ سے یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آج دنیا کی حکومتیں "مغضوبین" گروہ کے ہاتھوں میں ہے۔ "صراط مستقیم" گروہ اقلیت اور عجز و ناتوانی کی حالت میں گزر بسر کر رہا ہے۔ اور گروہ "ضالین" بھی "مغضوبین" کے ہاتھوں خوامخواہ اسیر ہے۔

در اصل دنیا والوں کے پاس کوئی ایسا جامع اور عالمی نظام ہے ہی نہیں جس میں انسانیت کے تمام طبقات حتی جانوروں کے حقوق اور ان کے اجتماعی و فردی زندگی کا احاطہ کیا گیا ہو جس میں ہر ایک کی آزادی اور حقوق کا لحاظ کرتے ہوئے عدل و انصاف کی بنیاد پر قانون بنایا گیا ہو۔

در اصل "حکومت" کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ عدل و انصاف کی بنیاد پر معاشرے کے تمام طبقات کو ان کے حقوق دیتے ہوئے اس کے تکامل کی طرف لے کر چلے اور کسی طرح کا کوئی ٹکراؤ اور تصادم نہ ہو۔ چنانچہ حکومت کے دو پہلو ہوتے ہیں: ا۔ مادی ۲ معنوی

۱ - مادی پہلو :

جس میں دنیوی، اقتصادی، معیشتی، امن و امان کا تحفظ، آسائش و امکانات کی فراہمی

۲۔ معنوی و روحانی:

دور حکومت کا یہی وہ پہلو ہے جس کے ذریعہ مادی اہداف کو بھی تقویت ملتی ہے اور حکومت کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ قرآن و روایات کے نقطہ نگاہ سے امام مہدی علیہ السلام کے عالمی و اسلامی حکومت کی جو خصوصیت اور جو اہداف بیان کئے گئے ہیں ان کی طرف بطور اجمال ایک اشارہ کرتے ہیں: الف: تمام انسانوں کی اللہ کے ایک دین کی طرف ہدایت و رہبری :

اس سلسلہ میں بہت سی آیتیں پائی جاتی ہیں

ا - سورہ ابراہیم آیت ۱

الر ۚ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ

۲ - سورہ بقرہ آیت ۲۵۷

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

۳ – سورہ حج آیت ۴۱

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ

کی تعبیر روئے زمین پر مومنین کو طاقت و قدرت عطا کرنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس میں اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے ذریعہ روئے زمین پر عدل کی حکومت قائم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

۴ - نور آیت ۵۵

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

آیہ کریمہ میں چار مقاصد کی طرف اشارہ ہے: (۱) عالمی حکومت، (۲) شیعی اسلامی حکومت، (۳) امن و عدل کا قیام، (۴) روئے زمین سے شرک کا خاتمہ۔ جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نقل ہے :

خدا کی قسم : اگر دنیا کی عمر سے بس ایک دن باقی بچے تو خداوند عالم اس دن کو اتنا طولانی کردیگا یہاں تک کہ میرا فرزند مہدی علیہ السلام ظاہر ہو گا۔ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ اس کی حکومت مشرق و مغرب میں قائم ہوگی۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

جیسا کہ امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا :

خداوند عالم حضرت مہدی علیہ السلام کے ذریعہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کریگا گرچہ یہ بات مشرکوں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

(بحار الانور، ج ۵۲، ص ۱۹۱)

ب: احکام الہیہ خصوصاً عدل کا قیام: اس سلسلہ میں قرآن کی بہت سی آیتیں دلالت کرتی ہیں

۱ - سورہ حدید آیت ۲۵

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ہم نے یقینا اپنے پیغمبروں کو واضح و روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور (انصاف کی (

ترازو نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

۲ - سورہ اعراف ۲۹

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے عدل و قسط کا امر کیا ہے۔ ۔

۳ ــ اعراف ۱۵۷

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یعنی جو لوگ ہمارے نبی امی پیغمبر کے قدم بقدم چلتے ہیں جس(کی بشارت) کو اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (وہ نبی) جو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور جو پاک و پاکیزہ چیزوں کو ان پر حلال اور ناپاک گندی چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور وہ (سخت احکام کا) بوجھ جو انکی گردن پر تھا اور وہ پھندے جو ان پر (پڑے ہوئے) تھے ان سے ہٹا دیتا ہے پس (یاد رکھو کہ) جو لوگ اس (نبی محمد) پر ایمان لائے اور اس کی عزت کی اور اس کی مدد کی اور اس نور (قرآن) کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے تو یہی لوگ اپنی دلی مرادیں پائیں گے۔

مذکورہ بالا آیت ہمارے اصل موضوع کی نہایت واضح الفاظ میں تائید کر رہی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تمام نیکیوں کا حکم دینے اور تمام برائیوں سے منع کرنے کا وظیفہ قرار پایا تو جو ان کا خلیفہ بر حق اور اصل جانشین کا مستحق اور اپنے اسلامی نظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نظام سے منسوب کرتا ہے اس کا بھی یہی وظیفہ ہو گا۔ اور لوگوں کی سب سے بڑی خدمت جہالت و گمراہی کی زنجیروں سے آزاد کروانا ہے۔ دنیا کی حکومتوں میں جو آج مختلف طاقتوں کے درمیان ٹکراؤ اور تصادم پایا جاتا ہے ہر قوم اپنی برتری اور نفع کے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے رقابت اور جھگڑے کی صورت اختیار کرتی ہے۔ یہ تضاد و اختلافات امام مہدی علیہ السلام کی عالمی حکومت میں دیکھنے کو نہیں ملے گا۔

ج: معنویت اور اخلاقی اقدار کی حاکمیت :

آج کی دنیا میں اخلاقی فساد و تباہی کی کوئی حد نہیں جس سے دنیاکا ہر انسان واقف ہے اخلاقی اقدار کی اہمیت کی آج کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ حکومتوں میں انسانی و اخلاقی اقدار کے خلاف قانون بنائے جاتے ہیں۔ حکومت سیاست اقتصادیت میں اخلاق و کردار

کی کوئی دخالت ہے ہی نہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کی عالمی حکومت میں اخلاقی فضائل اور معنوی اقدار کی ترویج اور ہر طرح کے اخلاقی رذائل کی نفی ہوگی۔ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں :

"جب قائم کا ظہور ہو گا اس وقت لوگوں میں دوستی و محبت اور یگانگی ہوگی۔"

(الاختصاص, ص ۲۴) :

د :اقتصادی عدل و انصاف:جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اور انسانیت کا وجود قائم ہوا ہے اس وقت سے اب تک دنیا اقتصاد کے عدم توازن پر بر قرار ہے ملینوں سال کے مختلف نشیب و فراز میں کبھی کوئی ایسا دور نہیں آیا جب پورے طور سے تمام موجودات کو اس کا اپنا حق مل گیا ہو اور سکون و اطمینان کی زندگی بسر کی ہو۔ اور اس طرح اللہ تعالی کا وعدۃ "لیقوم الناس بالقسط" (تا کہ لوگ قسط و عدل کا مظاہرہ کریں) پورا ہوا ہو اور موجودہ دور میں جتنا اقتصاد کے عدم توازن، حقوق بشر کے درمیان غیر مساوات کا گھناؤنا اور بے حیائی کا کھیل کھیلا جارہا ہے اتنا کبھی نہیں کھیلا گیا۔ میری اور غریبی کے در میان جو فاصلہ آج قائم ہے وہ کبھی نہیں رہا، خط افلاس سے نیچے زندگی گذارنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ کبھی نہیں رہی۔ غریب اور نیاز مند طبقہ اپنی بقائے حیات اور حقوق کی بازیابی کے لئے جتنی بے شرمی اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ آج کسی بھی شریف نفس اور عزت دار انسان سے پوشیدہ نہیں ہے بس یہ بھی ہے کہ حقوق بشر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ایک طرف انسانیت غذا کی کمی سے بھوکوں مر رہی ہے اور دوسری طرف دنیا کے سرمایہ دار افراد اپنے سرمایہ کو محفوظ رکھنے کی تدابیر میں سرگردان ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام کی عالمی حکومت صرف شخصی و فردی عدل کی بنیاد پر قائم نہ ہوگی بلکہ آپ کی حکومت فردی، سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی عدل و انصاف کے معیار پر قائم ہوگی۔ تمام اسلامی روایتوں میں آیا ہے کہ امام مہدی علیہِ السلام کی حکومت میں فقر کا وجود نہ ہو گا جس سے نہ فقیر ہوں گے نہ غریب۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے اموال اور سارے امکانات لوگوں میں برابر

برابر اور مساوی طور سے تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں : پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :

"میں تمہیں مہدی علیہ السلام کی بشارت دیتا ہوں کہ لوگوں کے اختلافات کے قضا پر میری امت سے قیام کریں گے۔ زمین و آسمان کے رہنے والے ان سے راضی وخوش

ہوں گے وہ اموال کو لوگوں میں صحیح اور مساوی طریقہ سے تقسیم کریں۔" (بحار، ۷۸/۵۱)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ :

"وہ (امام مہدی علیہ السلام) لوگوں کے درمیان اس طرح برابر اور مساوی طریقہ سے مال تقسیم کریں گے کہ کوئی محتاج اور ضرورت مند نہ رہ جائے گا۔ " (بحار ۵۱/۸۸)

علمی و ثقافتی انصاف :

آج کی دنیا کا علم و دانش متعدد پہلوؤں سے محدود ہے یہ کہنا بیجانہ ہو گا کہ دنیا کے علوم میں صرف ایک ہی علم ہے اور وہ ہے مادیت یعنی دنیا کے علم و دانش کی ساری توجہ مادیات کی تلاش کی طرف سے اپنی توجہ کو مرکوز کئے ہے اور روحانی اور اطمینان اور قلب و ذہن کو تسکین فراہم کرنے والے امور سے غافل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مادی امکانات کی فراہمی کے علم و دانش بھی دنیا کے طاقتور اور سرمایہ دار افراد کی ذات سے مخصوص ہے جس کو عام انسانوں کی دسترس سے دور رکھنے کے لئے مختلف طرح کے قانون بنا کر مکر و فریب کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ جب تک دوسری سب سے ترقی یافتہ اور جدید سے جدید تکنالو جی اپنے اختیار میں نہیں آجاتی اس وقت تک ان دوسرے ترقی پذیر یا غریب ملکوں میں یہ سب فروخت نہیں کیا جاتا ہے۔ وہ بھی جب بالکل از کار رفتہ اور فرسودہ سے پائے جائیں تھی وہ ماڈل دوسروں کو دیتے ہیں۔ مگر امام مہدی علیہ السلام کی حکومت میں انسانوں کی عقل کامل ہو جائے گی۔ علمی ترقی دوسرے کے بغیر کسی محدودیت اور رکاوٹ کے تمام انسانوں کی دسترس میں ہوگی؟

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں :

"جب ہمارے قائم کا قیام ہو گا تو وہ انسانوں کی عقلی قوت کو کمال عطا کریں گے۔ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ہم سب کو علم و حکمت سکھا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ عورتیں اپنے گھروں میں کتاب خدا اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ذریعہ فیصلے کریں گی۔ " (بحار ،۱۰, ص۱۰۴)

ایسی عالمی شیعی حکومت میں عام انسان کی زندگی کتنی مسرت اور لذت بخش ہوگی۔

خداوند عالم ہم سب کو اس حکومت میں زندگی بسر کرنے اور حکومت کے ادنی خادموں میں شمار فرما۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی رنمائیاں

خصوصیات القاب

ہمارے ائمہ علیہم السّلام کے اسماء گرامی اور القاب عام لوگوں کے عطا کردہ نہیں ہیں بلکہ خداوند عالم نے خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے نام اور القاب منتخب کئے ہیں اس بنا پر ہر نام اور ہر لقب کی ایک خاص خصوصیت ہے۔ یوں تو ہمارے تمام ائمہ علیہم السّلام فضل و کمال میں ایک جیسے ہیں۔ ہر ایک سجاد، باقر، صادق، کاظم و رضا ہے مگر جو خصوصیت جس امام میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس مناسبت سے اس کو وہ لقب دیا گیا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے چونکہ علوم الہی کو بہت زیادہ عام کیا تشنگان علوم و معارف کو اہل بیت علیہم السّلام کی تعلیمات سے سیراب کیا اس بنا پر آپ "باقر" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے یہاں حلم و ضبط کا ظہور زیادہ ہوا اس بنا پر آپ "کاظم" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ورنہ ہر گز ایسا نہیں ہے کہ بقیہ دوسرے ائمہ علیہم السّلام کاظم نہ رہے ہوں۔ یہی صورت حال بقیہ دوسرے القاب کی ہے۔ بارہویں امام صاحب الزمان حضرت ولی عصر علیہ السلام کا ایک خاص لقب "مہدی" ہے۔ "مہدی" عربی قواعد کے اعتبار سے "اسم فاعل" بھی ہے اور "اسم مفعول" بھی۔ یعنی ہدایت کرنے والا اور ہدیات یافتہ۔ ظاہر سی بات ہے جو مکمل ہدایت یافتہ ہو گا وہی ہر میدان میں ہدایت کر سکتا ہے اور رہنمائی کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ اس خاص لقب کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت آپ کی ذات اقدس میں سب سے زیادہ نمایاں ہوگی کیونکہ آپ ہی کے ظہور پر نور کے زمانہ میں دنیا کا گوشہ گوشہ ہدایت الٰہی سے سر شاہو گا۔ شرک و کفر کا نام و نشان نہ ہو گا۔ ضلالت و گمراہی کا دور دور پتہ نہ ہو گا۔ دنیا کے تمام انسان توحید خداوندی، رسالت محمدی اور ولایت علوی پر یکجا ہوں گے۔ اس قدر عمومی ہدایت امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ خداوند عالم نے اس عالمی اور عمومی ہدایت کی خاطر آپ کو ذخیرہ کر رکھا ہے۔ آپ کی ہدایت کی شدت کا یہ عالم ہے کہ غیبت کے ہزار سال سے زیادہ گذرنے کے بعد بھی ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ غیبت ہدایت کی راہ کی رکاوٹ نہیں ہے۔

"سلیمان اعمش نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا۔ لوگ حجت غائب سے کس طرح استفادہ کریں گے ؟ فرمایا :

جس طرح بادلوں میں پوشیدہ آفتاب سے استفادہ کرتے ہیں۔ (منتخب الاثر، ص ۳۳۶ ، ح ۳)

یعنی غیبت کے زمانہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام سے استفادہ کے راستہ بند نہیں ہیں یہ اور بات ہے کہ ظہور کے وقت ہدایت کا انداز کچھ اور ہی ہو گا۔ غیبت اور ظہور میں وہی فرق ہو گا جو بدلی اور پوری دھوپ میں ہوتا ہے۔ یوں تو ساری کائنات حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس سے ہدایت حاصل کر رہی ہے مگر انسان خاص طور سے آپ کی ہدایات سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔ امام علیہ السّلام کی ہدایت و رہنمائی عام و خاص مبلغین کی ہدایت و ارشاد کی طرح نہیں ہے آپ کی ہدایتیں ظاہر نہیں بلکہ حقیقت اور واقعیت پر مبنی ہیں۔ آپ کی نگاہوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے دل میں گذرنے والے خیالات و حالات سے واقف ہیں۔ خدا کے عطا کردہ علم غیب سے واقف ہیں۔ ذرا اس واقعہ پر توجہ فرمائیں اور دیکھیں کہ امام مہدی علیہ السلام کس طرح لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں۔

<u>حلال و حرام میں ہدایت</u>

جناب شیخ صدوق رحمۃاللہ علیہ نے سعد بن عبد الله قمي سے یہ روایت نقل کی ہے :

سعد بن عبد الله قمي حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے بزرگ اصحاب میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ :

چالیس مشکل سوالات جمع کئے تھے جن کا جواب دینے والا کوئی نہیں تھا۔ اس وقت جناب احمد بن اسحاق قمی سامرا جا رہے تھے میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا: سفر بخیر کس لئے آئے۔ میں نے کہا۔ آپ کی ملاقات کے شوق میں اور آپ سے سوالات کے جوابات دریافت کرنے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ انھوں نے کہا: ہم دونوں کا ایک ہی مقصد ہے میں اس وقت اپنے مولی حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کی زیارت جا رہا ہوں ان سے سوالات کے جوابات دریافت کرنا چاہتا ہوں اور آیتوں کی تفسیر و تاویل معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم اس سفر میں میرے ساتھ رہو تم علم و کمال کے ایک سمندر کو دیکھو گے جس کے کائنات کی انتہا نہیں ہے اور جس کے گوہر ہائے نایاب کبھی فنا ہونے والے نہیں ہیں۔ وہی ہمارے امام ہیں۔ ہم لوگ ساتھ ساتھ سفر کرتے کرتے سامرا پہونچ گئے۔ امام علیہ السّلام کے خانہ اقدس کی طرف گئے پہونچ کر اجازت طلب کی۔ پھر داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ احمد بن اسحاق کے پاس

درہم و دینار کی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) تھیلیاں تھیں جن پر ان کے مالکوں نے مہر لگا دی تھی (کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان تھیلیوں میں کیا ہے)

سعد کا بیان ہے: جس وقت ہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کا چہرہ انور چودہویں کے چاند کی طرح روشن و منور تھا ان کی گود میں ایک بچہ تھا جس کا حسن ستارہ مشتری سے زیادہ تھا۔ سر پر بالوں کے درمیان مانگ اس طرح تھی جس طرح دو "واو" کے درمیان "الف۔ "

امام علیہ السّلام کے سامنے ایک گول سی چیز تھی جس پر نگینہ جڑے ہوئے تھے جو بصرہ کے ایک بزرگ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ امام علیہ السّلام کے دست مبارک میں ایک قلم تھا اور آپ کچھ تحریر فرما رہے تھے جب آپ لکھنا چاہتے تھے بچہ قلم پکڑ لیتا تھا۔ امام علیہ السّلام اس گیند کو کمرہ کے ایک کونے میں پھینک دیتے تھے بچّہ اس کی طرف چلا جاتا تھا امام علیہ السّلام لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ہم نے امام علیہ السّلام کی خدمت میں سلام کیا۔ امام علیہ السّلام نے نہایت محبت سے جواب دیا اور بیٹھنے کو کہا اور لکھنے میں مشغول ہو گئے جب وہ تحریر سے فارغ ہوئے۔ احمد بن اسحاق نے پیسے کی تھیلیاں امام علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کیں۔ امام علیہ السّلام نے اپنے فرزند عزیز سے فرمایا :

نور نظر اپنے دوستوں اور شیعوں کے تحائف اور ہدایا پر لگی ہوئی مہروں کو کھولو۔

بچے نے کہا: کیا میں اپنا ایک ہاتھ ان آلودہ ناپاک اور حرام و حلال سے مخلوط مال کی طرف بڑھاؤں؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا :

اے فرزند اسحاق اس تھیلے سے تھیلیوں کو باہر نکالو تاکہ میرا یہ فرزند حلال و حرام کو ایک دوسرے سے جدا کردے۔

احمد نے امام کے حکم کے مطابق تھیلے سے ایک تھیلی نکالی۔ بچے نے فرمایا :

یہ تھیلی فلاں فرزند فلاں کی ہے جو اس محلہ میں رہتا ہے اس میں ۲۲ دینار اس کمرہ کی قیمت ہے جو اس کے مالک نے فروخت کیا ہے۔ ۴۵ دینار اس کو اس کے والد کی میراث سے ملے ہیں۔ ۱۴ دینار، ۹ کپڑوں کی قیمت ہے اور ۳ دینار دکان کا کرایہ ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا :

فرزند عزیز تم نے سچ کہا اب یہ بھی بتادو اس میں حرام کیا کیا ہے؟

بچہ نے فرمایا: اس میں دو سکہ حرام ہیں ایک سکہ وہ ہے جو فلاں شہر میں ڈھالا گیا ہے اس کا ایک طرف بالکل صاف ہے یہ پرانا آملی سکہ ہے اور اس کا وزن ۴۱ دینار ہے۔ تلاش کرو یہ مل جائے گا۔ اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مالک نے اس سال کے اس مہینہ پر تقریبا سو کلو کچّا دھاگا بُننے والے کو دیا تھا۔ ایک مدت کے بعد چور چوری کر کے لے گیا۔ بنّے والے نے مالک سے ماجرا بیان کیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کو جھٹلایا اور اس سے ڈیڑھ کلو کا مطالبہ کیا۔ پھر اس دھاگہ سے کپڑا تیار کیا۔ یہ دو دینار ان کپڑوں کی قیمت ہے۔

تھیلی کھولی گئی اس میں ایک کاغذ پر مالک کا نام اور رقم کی تفصیلات تحریر تھیں سب کچھ بس اسی طرح تھا جیسا اس بچے نے بیان کیا تھا۔

دوسری تھیلی سامنے لائی گئی اس کو دیکھ کر بچہ نے فرمایا : یہ فلاں فرزند فلاں سے متعلق ہے یہ شخص قم سے اس محلہ میں رہتا ہے اس میں پچاس دینار ہیں لیکن ہم اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی؟

فرمایا: یہ رقم اس گیہوں کی قیمت ہے جس میں مالک نے کسان پر ظلم کیا ہے اس نے اپنا حصہ صحیح پیمانے سے ناپ کر لیا ہے جب کہ کسان کا حصہ ناقص پیمانہ سے دیا ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا :

فرزند عزیز تم نے سچ کہا ہے۔ اے احمد بن اسحاق یہ تمام اموال ان کے مالکوں کو واپس کر دو یا ان سے کہو ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (کمال الدین، ص ۴۸۰)

اس واقعہ پر غور کرنے سے چند سبق آموز نکات سامنے آتے ہیں۔

۱ - سعد بن عبد اللہ قمی اور احمد بن اسحاق مفتی نے حضرت امام زمانہ علیہ السّلام کو بچپنے میں دیکھا چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا بچپن کی ادائیں بڑی دلربا تھیں مگر خدا کے عطا کردہ علم غیب سے تمام اسرار و رموز پر نظر تھی۔ تھیلی میں مہر بند تمام سکے اپنی تمام حقیقتوں کے ساتھ ان کے سامنے تھے۔

۲ - امام علیہ السّلام کی خدمت میں ہدیہ و تحفہ نذر و نیاز پیش کرنے سے پہلے اس بات پر خاص توجہ ضروری ہے کہ وہ اس قدر پاک و پاکیزہ ہوں کہ امام علیہ السّلام اس کو

قبول کریں اور اپنا پاکیزہ ہاتھ اس پر رکھیں۔ ورنہ حلال و حرام سے آلودہ اور ناپاک ہدیہ امام علیہ السّلام کی بارگاہ میں ہرگز قبول نہیں ہو گا بلکہ رد کر دیا جائے گا۔

۳ - تجارت کے ذریعہ نفع حاصل کرنا کمال نہیں ہے بلکہ اس بات کا باقاعدہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس تجارت میں کہیں کوئی چیز ناجائز نہیں ہے۔ ناپ تول میں لین دین میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہیں ہم اپنے شریک کو کم تو نہیں دے رہے ہیں۔ وہ کمی کتنی معمولی کیوں نہ ہو ہم اس کی طرف متوجہ ہوں یا نہ ہوں لیکن امام علیہ السّلام اس سے ضرور واقف ہے۔

۴ - دھاگہ کا مالک یہ بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ دھاگہ چوری ہو گیا۔ اسلامی قانون یہ ہے اگر امانتدار کے یہاں سے امانت چوری ہو جائے اور امانتدار نے اس کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو تو وہ ذمہ دار نہیں ہے لیکن یہاں مالک بات قبول کرنے کو تیار نہیں ہے وہ بنّے والے سے جرمانہ وصول کرتا ہے۔ سوا کلو کے بجائے ڈیڑھ کلو وصول کرتا ہے پھر تیار شدہ کپڑے کو فروخت کر دیتا ہے اور حاصل شدہ رقم کو امام کی خدمت میں ہدیہ کر دیتا ہے۔ امام علیہ السّلام اس کو قبول کرنا تو در کنار اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے ہیں۔ جب کہ دین اسلام میں ہدیہ قبول کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور ہدیہ دینا مستحب ہے اس سے دوستی و روابط میں اضافہ ہوتا ہے لیکن مزاج امامت اس ہدیہ کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے جس میں حرام کی آمیزش ہو۔ یہ واقعہ ہم سب کے لیے چراغ ہدایت ہے۔ اگر ہم دینی کام میں کچھ دے رہے ہیں مسجد امامباڑو ، مدرسہ وغیرہ کی تعمیر کرارہے ہیں یا کسی غریب و ضرورت مند کی مدد کر رہے ہیں تو یہ تمام امور اس وقت قبول ہوں گے جب ان میں ذرا بھی حرام شامل نہ ہو۔ ظاہر سی بات ہے جس چیز کو امام علیہ السّلام قبول نہ کریں اس کو خدا کیو نکر قبول کرے گا کیونکہ امام ہی تو خدا تک پہونچنے کا دروازہ ہیں۔

۵ - وہ پچاس دینار جو گیہوں کی قیمت تھے اس کو امام علیہ السّلام اس بنا پر قبول نہیں کیا کہ ایک شریک نے اپنا حصہ پورا پورا صحیح ناپ تول سے لیا تھا اور دوسرے شریک کا حصہ ناقص پیمانے سے تولا تھا۔ امام علیہ السّلام نے یہ بیان نہیں فرمایا کس قدر ناقص تھا۔ لیکن ناقص کی بنا پر رد کر دینا اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ شرکت میں حصہ داری میں تقسیم میں ذرا بھی کمی نہیں ہونا چاہیے۔

اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارے ذمہ کسی کا کوئی حق نہ نکلتا ہو۔

جب کہ آج کے ماحول میں ہر شریک اپنے حصہ کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس زیادہ حصول کو اپنی ہوشیاری اور سوجھ بوجھ قرار دیتا ہے جب کہ یہ سوجھ بوجھ اور ہوشیاری نہیں ہے بلکہ جہالت اور بے وقوفی ہے جس چیز کو امام علیہِ السلام ہاتھ تک نہ لگائیں وہ ہوشیاری کہاں ہو سکتی ہے۔ ہوشیاری اور سوجھ بوجھ کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے اموال کو حرام کی آمیزش سے اس قدر پاک رکھا جائے کہ جب امام علیہ السّلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا جائے تو امام علیہ السّلام اس کو قبول کر لیں۔

سوالات کے جوابات

جناب شیخ طوسی رحمۃاللہ علیہ نے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

میں کچھ لوگوں کے ہمراہ نائب سوم جناب ابوالقاسم حسین بن روح کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ سوال کیا :

کیا امام حسین علیہ السّلام خدا کے ولی نہیں تھے؟ فرمایا: یقیناولی تھے۔

کیا ان کا ملعون قاتل خدا کا دشمن نہیں تھا؟

فرمایا: یقینا خدا کا دشمن تھا۔

تو کہا یہ مناسب ہے کہ خداوند عالم اپنے ولی پر اپنے دشمن کو مسلط کرے؟

جناب ابو القاسم حسین بن روح نے فرمایا: جو بیان کر رہا ہوں خوب غور سے سنو۔

خداوند عالم علی الاعلان لوگوں سے گفتگو نہیں کرتا ہے خداوند عالم نے لوگوں میں انبیاء کو مبعوث کیا۔ اگر وہ کسی دوسری شکل و صورت میں بھیجا لوگ ان سے دوری اختیار کرتے اور ان کو قبول نہ کرتے جب انبیاء علیہم السّلام تشریف لائے تو انھیں کی طرح کھانا کھاتے تھے اور انھیں کی طرح بازاروں اور راستوں میں چلتے تھے لوگ ان سے کہتے تھے "آپ تو بس ہماری طرح ہیں" ہم آپ کی باتوں کو قبول نہیں کریں گے مگر یہ کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں جو ہمارے بس میں نہ ہو تاکہ ہم کو یقین ہو جائے کہ آپ کو وہ قدرت و طاقت حاصل ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس بناپر خداوند عالم نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو معجزات عطا فرمائے جو لوگوں کے بس میں نہیں تھے۔ بعض انبیاء (جناب نوح علیہ السّلام) ایک طولانی تبلیغ دلیلیں اور معجزات پیش کرنے

کے بعد طوفان لائے جس میں تمام سرکش غرق ہو گئے بعض انبیا جناب ابراہیم علیہ السّلام) کو آگ میں ڈال دیا گیا لیکن وہ ان سے صحیح و سالم نکل آئے بعض (جناب صالح علیہِ السلام) کے لئے پہاڑ سے اونٹنی نکلی جس سے دودھ نکلتا تھا بعض (جناب موسیٰ علیہ السّلام) کے لئے دریا میں راستہ بنایا گیا ہے، پتھر سے پانی نکالا گیا، خشک عصا اژدہے میں تبدیل ہو گیا اور جو کچھ لوگوں نے تیار کیا تھا سب کو نگل گیا بعض (جناب عیسی علیہ السّلام) مادر زاد اندھوں کو اور مردوں کو خدا کے حکم سے زندہ کرتے تھے اور ان کے گھروں میں ذخیرہ شدہ چیزوں کی خبر دیتے تھے۔ بعض (حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے لئے چاند دو ٹکڑے ہوا، جانوروں نے اونٹ اور چیتے نے ان سے گفتگو کی۔ جب لوگوں نے اس طرح کے معجزات دیکھے اور اس جیسا نہ لا سکے اور اپنی عاجزی کا احساس کرنے لگے۔ اس وقت خداوند عالم کی تقدیر اور لطف و حکمت کا تقاضا یہ ہو انبیاء علیہم السّلام کبھی غالب رہیں کبھی مغلوب کبھی فاتح و کامیاب رہیں کبھی دباؤ میں رہیں اگر خداوند عالم ان کو ہمیشہ غالب، فاتح اور کامیاب قرار دیتا ان کو کسی امتحان و بلا میں گرفتار نہ کرتا تو لوگ خدا کے لئے ان کی پرستش کرنے لگتے ان کی پوجا و عبادت کرنے لگتے۔ امتحانات و آزماءشات میں ان کی استقامت اور ثبات قدم واضح و آشکار نہ ہوتا۔

خداوند عالم نے اپنے انبیاء علیہم السّلام کے حالات دوسروں جیسے قرار دیئے تا کہ وہ امتحان و آزمائش اور بلا میں صبر سے کام لیں اور سلامتی، عافیت اور کامیابی پر خدا کا شکر ادا کریں زندگی کے ہر نشیب و فراز میں متواضع اور منکسر المزاج رہیں۔ غرور و تکبر سے پیش نہ آئیں تا کہ لوگوں کو اس بات کا یقین ہو جائے ان کے امور کا مالک و مختار خدا ہے تا کہ خدا کی عبادت کریں اور اس کے نبیوں کی اطاعت کریں اور ان کو خدا کی حجت تسلیم کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جو اپنی حد سے تجاوز کر کے ان کی ربوبیت اور خدائی کے قائل ہو گئے۔ انبیاء علیہم السّلام کے لائے ہوئے پیغامات کے منکر ہو گئے۔ ان کے مخالف ہوگئے۔ یہ سب اس لئے خدا چاہتا ہے جو ہلاک ہو گمراہ ہو وہ حق و باطل کے باقاعدہ واضح ہونے کے بعد حجت تمام ہونے کے بعد ہو اور جو زندہ رہے ہدایت یافتہ رہے وہ بصیرت اور بینہ کے ساتھ ہدایت یافتہ رہے۔

محمد بن ابراہیم کا بیان ہے میں دوسرے دن پھر جناب ابوالقاسم حسین بن روح کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے دل میں یہ سوچ رہا تھا۔ کل انھوں نے جو جواب دیا تھا آیا خود ان کی طرف سے تھا یا آقا امام زمانہ علیہ السّلام کی طرف سے تھا؟ میں نے ابھی کوئی بات بھی نہیں کی تھی کچھ کہا بھی نہیں تھا انھوں نے میری طرف رخ کرکے فرمایا :

"اے محمد بن ابراہیم اگر آسمان سے گر جاؤں اور پرندہ میرے لاشہ کولے جائیں یا طوفان مجھے دور دراز مقام پر پھینک دے تو میرے لئے یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ میں خدا کے دین کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات بیان کروں۔ میں نے جو باتیں کل بیان کی تھیں سب کی سند ہے اور حضرت حجت علیہِ السلام سے سنا ہے۔ "

(غیبت شیخ طوسی، ص ۳۲۴، حدیث ۲۷۳)

۱ - دین کے بارے میں خود اپنی طرف سے کچھ بیان کرنا نہیں چاہیے بلکہ دین کے بارے میں ہماری گفتگو ائمہ

معصومین علیہم السّلام کی حدیثوں کی روشنی میں ہونا چاہیے۔

۲ - بلاوں اور آزمائشوں میں گرفتار ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خدا اس سے ناراض ہے۔

۳ - اسی طرح اگر کوئی آسایش و آرام میں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خُدا اس سے خوشنود ہے۔

۴ - انبیاء علیہم السّلام کے معجزات اور ان کی ماورائی قدرت و طاقت سے لوگ اس قدر متاثر ہو جاتے تھے ان کو خدا تصور کر کے ان کی عبادت و پرستش کرنے لگتے تھے توحید کی دعوت دینے والوں کو خدا تصور کرنے لگتے تھے۔

۵ - اپنے بندوں پر خدا کی بے پناہ رحمت و شفقت حکمت و تدبیر کا تقاضا ہوا بعض انبیاء اور اولیاء مصائب اور بلاوں میں گرفتا ہوں تا کہ لوگ ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہیں اور انبیاء و اولیاء کو خدا نہ تصور کرنے لگیں۔

۶ - بے پنا قدرت و طاقت کے باوجود خدا کی مصلحتوں کے سامنے انبیاء علیہم السّلام کا تسلیم ہو جانا اور بلاؤ پر صابر رہنا لوگوں کے لئے سبق آموز ہو اور خدا کی راہ میں انبیاء و اولیاء علیہم السّلام کی ثابت قدمی بھی لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہو۔

۷ - قدرت و طاقت غرور و تکبر کا سبب نہ ہو بلکہ خدا کی بارگاہ میں اور زیادہ تواضع و انکساری کا سبب ہو۔

۸ - لوگوں کا ہدایت یافتہ ہونا یا گمراہ ہونا دلیلوں کے واضح ہونے کے بعد ہو تاکہ یہ ہدایت و گمراہی ان کا اختیاری فعل قرار پائے اور اسی اختیار کی بنا پر جنت یا جہنم کے

مستحق قرار پائیں اور کوئی یہ نہ کہہ سکے اگر بات واضح ہو جاتی تو ہم گمراہ نہ ہوتے۔

۹ - جناب حسین بن روح رحمۃاللہ علیہ کا یہ فرمانا: "یہ بات میں نے اپنی طرف سے بیان نہیں کی ہے۔" اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ امام زمانہ علیہ السّلام ہمارے تمام امور سے آگاہ ہیں ہماری بات بات پر ان کی نظر ہے اور وہ اپنے دوستوں اور نمائندوں کو سوالات کے مقابل میں لاجواب ہونے نہیں دیتے ہیں بلکہ ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

۱۰ - اگر ہم لوگ کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہیں تو اس کو مصلحت خدا سمجھ کر صبر کرنا چاہیے ثابت قدمی سے اس کو برداشت کرنا چاہیے، طاقت و قوت کی صورت میں تواضع اور انکساری سے پیش آنا چاہیے، دین پر ہونے والے اعتراضات اور سوالات سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ امام زمانہ علیہ السّلام پر بھروسہ کرنا چاہیے اور ان کی بارگاہ اقدس سے جواب کی مخلصانہ درخواست کرنا چاہیے اور اپنے اعمال و اقوال پر حرکات و سکنات پر امام زمانہ علیہ السّلام کو حاضر و ناظر جاننا چاہیے۔

افسانہء جزیرہ خضراء

جزیرہ خضراء کا واقعہ ایک منگڑھت کہانی یا قصہ ہے۔ اس کو افسانوی رنگ دیکر طلسماتی کیفیت کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس واقعہ کا حقیقت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ بہت سی کتابوں میں ضبط تحریر میں آنے کے بعد جب متعدد بار بیان ہونے لگا تو رفتہ رفتہ عقیدہ کا جزو بن گیا اور سحر بیانی نے اسے حقیقت کا روپ دے دیا۔ اس موضوع کو زیر بحث لانے کی وجہ یہی ہے کہ عوام کے ذہن میں اس واقعہ کے سلسلے میں سیکھے ہوئے عقائد کی تصحیح ہو جائے اور عامہ اپنے مراجع کرام اور محدثین کی دینی خدمات سے متعرف ہوں اور ان کی عظمت و بزرگی کا احساس جاگ اٹھے۔

اس فرہنگ کے وہ عقائد اور احادیث جو نقد و تحقیق کے نیاز مند ہیں، کم نہیں ہیں۔ مراجع کرام نے عصر غیبت سے آج تک خطاؤں، تحریف اور انحرافات کی مداخلت سے احادیث کی محافظت کی ہے۔ اگر ان بزرگوں کی محنتیں نہ ہوتیں تو اسلام اور تشیع کی قسمت کا محور عظیم فکری خطروں کا نشانہ بن جاتا اور حقیقت کے انکشافات کی راہ میں لوگوں کے لئے رکاوٹ ہوتا۔ ان تمام داستانوں میں سے، جو اپنے زمانے کے حادثات سے متاثر ہو کر، چند تحریفات اور اس سے متعلق بیجا مقایسے کے بعد وجود میں آئیں اور کچھ شیعہ روایتوں کے مجموعوں میں مداخلت کی، ان میں سے یہ ایک داستان ہے جو "جزیرہ خضراء" کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ کے چند ناواقف لوگوں کے قلم کی بنا پر جو یہ داستان منتشر ہوگئی اور اس کے علاوہ اپنی احمقانہ تقاریر میں اسے "برمودا" پر مثلث بتایا، لازم ہے کہ اس واقعہ پر مزید بحث کی جائے تا کہ جو حضرت ولی عصر علیہِ السلام سے ملاقات کے مشتاق ہیں ان کے اذہان کو اس طرح کی نادانیوں سے منزہ کیا جائے۔

مختصر داستان جزیرہ خضراء

بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۵۹ پر مرحوم علامہ مجلسی رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں: "میں نے ایک رسالہ میں پڑھا ہے جو داستان جزیرہ خضراء کے نام سے مشہور ہے... اور چونکہ میں نے اسے کسی بھی معتبر روایات کی کتاب میں نہیں دیکھا ہے اس لئے میں نے اسے ایک الگ باب میں بعینہ پیش کیا ہے۔ "

اس باب میں آپ لکھتے ہیں کہ اس داستان میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: میں فضل بن یحییٰ کوفی نے ۶۹۹ ھ میں کربلاء میں دو افراد سے یہ داستان سنی تھی۔ ان دونوں نے

اسے شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی سے نقل کیا ہے۔ یہ داستان جزیرہ خضراء سے مربوط ہے جو کہ دریاء سفید پر ہے۔ میری یہ خواہش تھی کہ اسے خود علی بن فاضل سے سنوں۔ اس لئے میں نے شہر حلّہ کا سفر طے کیا اور سید فخر الدین کے گھر میں علی بن فاضل سے ملاقات کی اور اصل داستان دریافت کی۔ انہوں نے اس داستان کو حلہ کے چند دانشمندوں کی موجودگی میں اسے اس طرح دہرایا: کئی سالوں تک میں نے شہر دمشق میں شیخ عبدالرحیم حنفی اور شیخ زین الدین علی مغربی اندلسی کے پاس علم دین حاصل کیا۔ ایک دن شیخ زین الدین عازم سفر مصر ہوئے۔ میں اور ان کے کچھ اور شاگرد ان کے ہمراہ ہو گئے۔ ہم قاہرہ پہنچے۔ میرے استاد ایک مدت تک الازہر یونورسٹی میں درس و تدیرس میں مشغول رہے یہاں تک کہ اندلس سے ایک خط آیا جس میں ان کے پدر بزرگوار کی بیماری کی خبر تھی۔ شیخ زین الدین نے اندلس کے سفر کا ارادہ کیا۔ میں اور ان کے کچھ اور شاگرد بھی ان کے ہمراہ گئے۔ اندلس کے پہلے قریہ میں داخل ہوتے ہی میں بیمار ہو گیا۔ میرے استاد نے مجبورا مجھے اس قریہ کے ایک طبیب کے حوالے کر کے اپنا سفر آگے بڑھایا۔ میں تین دن تک بیمار تھا۔ پھر ایک دن اس قریہ کے اطراف چہل قدمی کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک قافلہ مغرب کی جانب کے دریائی پہاڑوں کے علاقے سے وارد ہوا۔ ان کے پاس أون، روغن اور دوسری چیزیں تھیں۔ میں نے پوچھا آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہم بربرہا کے ایک قریہ سے آئے ہیں جو رافضیوں کے جزیرے کے قریب ہے۔ جیسے ہی میں نے رافضیوں کا نام سنا میں ان سے ملاقات کا مشتاق ہو گیا۔ وہ جگہ اس مقام سے ۲۵ روز کے فاصلے پر تھی جس میں دو دن کا سفر ایک ایسے علاقے سے تھا جہاں نہ تو کوئی آب و دانا تھا اور نہ ہی آبادی۔ اور بقیہ سفر آباد علاقوں سے تھا۔ میں نے سفر طے کرنا شروع کیا اور ایک آباد علاقہ میں پہنچا۔ جس جزیرے پر میں داخل ہوا اس کی دیواریں بلند اور عمارتیں قوی تھیں جو دریا کے کنارے ساحل پر قائم تھیں۔ وہاں کے لوگ شیعہ تھے اور ان کی اذان و نماز کا طریقہ شیعوں جیسا تھا۔ انہوں نے میری میزبانی کی۔ میں نے ان سے دریافت کیا آپ حضرات اپنی غذا کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا جزیرہ خضراء سے جو دریائے سفید پر ہے اور امام زمانہ علیہ السّلام کے فرزندوں کے جزیروں میں سے ایک ہے۔ سال میں دو مرتبہ ہمارے لئے وہاں سے غذا فراہم کی جاتی ہے۔

میں وہاں انتظار کر رہا تھا کہ کاروان جزیرہ خضراء کی ایک کشتی وہاں پہنچی۔ ایک بزرگ اس کارواں کے سالار تھے جنہوں نے مجھے پہچان لیا اور میرا اور میرے والد کے نام بھی جانتے تھے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ جزیرہ خضراء لے گئے۔ ۱۶ روز سفر

کرنے کے بعد میں نے کشتی کے اطراف سفید رنگ کا پانی دیکھا۔ اس کی علت دریافت کرنے پر شیخ نے فرمایا: یہ دریائے سفید ہے اور وہ جزیرہ خضراء ہے۔ یہ سفید پانی اس دریا کا احاطہ کئے ہے اور جب بھی ہمارے دشمن کی کشتی یہاں داخل ہوتی ہے تو غرق ہو جاتی ہے۔ جب ہم جزیرے میں وارد ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہاں سات قلعہ اور کئی اونچی عمارتیں تھیں۔ لوگوں کے گھر سنگ مرمر سے چمک رہے تھے۔

اس شہر کی مسجد میں ہم نے سید شمس الدین محمد سے ملاقات کی جو وہاں کے عالم تھے۔ انہوں نے وہاں واجب کی نیت سے نماز جمعہ پڑھی۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا امام علیہ السّلام وہاں موجود ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں، لیکن میں ان کا خاص نائب ہوں۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ نے امام علیہِ السلام کی زیارت کی ہے ؟ کہا: نہیں، لیکن میرے پدر بزرگوار نے ان کی آواز سنی ہے اور میرے جد نے ان کا دیدار کیا ہے۔

سید مجھے وہاں سے باہر لے گئے۔ وہاں ایک اونچا پہاڑ تھا جس پر ایک گنبد تھا۔ وہاں دو خادم بھی موجود تھے۔ سید نے کہا: میں ہر جمعہ کے وقت وہاں جاتا ہوں اور امام علیہِ السلام کی زیارت کرتا ہوں۔ وہاں مجھے ایک تحریر ملتی ہے جس پر ضرورتوں کے مطابق فرمان لکھا ہوتا ہے۔

میں بھی اس پہاڑ پر گیا اور ان خادموں سے ملاقات کی۔ میں نے ان سے امام زمانہ علیہ السّلام کی زیارت سے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا: ناممکن ہے کہ کوئی امام علیہِ السلام سے ملاقات کرے۔ پھر میں نے شیخ محمد سے سید شمس الدین کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے کہا: وہ امام علیہِ السلام کے فرزندوں میں سے ہیں اور آپ کی پانچویں نسل سے ہیں۔ میں سید شمس الدین کے ساتھ گفتگو کرنے لگا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت بھی کی۔ میں نے ان سے قرآن کی آیتوں میں ارتباط سے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں کیا: مسلمانوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد اور خلفا کے حکم کے مطابق قرآن مجید کو مرتب کیا۔ اور اس لئے جن آیتوں میں خلفا کی مذمت کی گئی تھی ان کو حذف کر دیا گیا۔ اس لئے تم چند آیتوں میں ربط نہیں پاؤ گے۔ لیکن علی علیہ السّلام کا قرآن جو حضرت صاحب الامر علیہِ السلام کے پاس ہے وہ ہر طرح کے نقص سے مبرہ ہے اور اس میں تمام چیزیں موجود ہیں۔

آئندہ جمعہ کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بیرون مسجد سے شور و غل کی آواز سنی۔ میں نے سوال کیا یہ کیسا شور ہے؟ سید نے جواب دیا کہ فوج کے سپاہی ہیں جو ہر ماہ دوسرے جمعہ کو اکٹھے ہو کر ظہور کی دعا کرتے ہیں۔ پھر میں مسجد سے

باہر انہیں دیکھنے گیا۔ سید نے مجھ سے سوال کیا کیا تم نے ان کا شمار کیا؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تین سو ۳۰۰ افراد ہیں اور تیرہ ۱۳ افراد ابھی باقی ہیں۔ میں نے پوچھا ہمارے علماء امام علیہِ السلام کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ دوران غیبت جو شخص اس بات کا دعوی کرے کہ اس نے میرا دیدار کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کی آپ میں سے چند افراد نے ان کی زیارت کیا ہے؟ سید نے جواب دیا تمہارا کہنا درست ہے۔ لیکن یہ حدیث اس زمانے سے مربوط ہے جب امام علیہ السّلام کے دشمن اور بنی عباس کے ظالم حکمران کثیر تعداد میں موجود تھے۔ لیکن چونکہ اب ایسا ماحول نہیں ہے اور ہماری سرزمیں ان چیزوں سے دور ہے اس لئے یہاں امام علیہِ السلام کا دیدار ممکن ہے۔

سید شمس الدین نے پھر اس بات کا دعوی بھی کیا کہ میں خود امام زمانہ علیہ السّلام سے دو مرتبہ ملاقات کر چکا ہوں لیکن میں انہیں پہچان نہیں پایا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امام علیہِ السلام نے اپنے شیعوں پر خمس کو مباح کر دیا ہے اور ہر سال حج بیت اللہ، مدینہ، عراق اور طوس میں اپنے آباو اجداد کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ یہ اس واقعہ کی مختصر داستان ہے جس کی تفصیلات میں جو جانا چاہتے ہیں وہ بحار الانوار میں اس داستان کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

داستان جزیرہ خضراء کا جائزہ

کسی بھی حدیث کو معتبر ثابت کرنے کے لئے علم حدیث میں اس کا مختلف اعتبار سے جائزہ لیا جاتا ہے۔ یہاں ہم اس داستان کی مزید تحقیق کرتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کرینگے کہ آیا یہ واقعہ معتبر و مستند ہے یا نہیں۔

(الف) تحقیق از نظر سند

ایک حدیث کے مستند ہونے کے لئے اہمترین ضرورت اس کا ماخذ ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث کا ماخذ جتنا اس حدیث کے بیان ہونے کے وقت سے قریبتر ہو گا وہ حدیث اتنی ہی زیادہ معتبر ہوگی۔ اس داستان کے راوی نے اسے علی بن فاضل سے ۶۹۹ ھ میں سنا تھا۔

اس زمانے میں "حلہ" بغداد اور کوفہ کے درمیان ایک آباد شہر تھا۔ اور چونکہ اس وقت کوفہ اور نجف حوزات علمی شیعہ کے مرکز تھے لہٰذا روایات اور بالخصوص وہ اہم ترین روایات جن کا تعلق شیعہ عقائد، کلام اور فقہ سے ہو، بڑی اہمیت سے بیان ہوتی

تھیں اور ان حوزات کی خط و کتابت میں یہ منتشر کی جاتی تھیں۔ لیکن اس داستان کے اہم مطالب کو مشتمل کرنے اور اس حدیث پر سامرا، حلہ یا نجف میں بحث کرنے کے بجائے، اس زمانے کی جو بھی کتابت میں دستیاب ہوتی ہیں (یعنی ۶۹۹ ھ سے ۱۰۱۹ ھ تک) ان میں کہیں بھی اس حدیث کا انعکاس نہیں کیا گیا۔ یہ حدیث گیارہویں صدی ھجری کی ابتدا میں، بالخصوص علامہ مجلسی رحمۃاللہ علیہ کے زمانے میں اور بحار الانوار میں ذکر ہونے کے بعد مشہور ہوئی۔ علامہ سے قبل قاضی نور اللہ شوستری نے اسے اپنی کتاب مجالس المومنین میں نقل کیا ہے۔ البتہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں یہ لکھا ہے کہ شہید ثانی نے اس حکایت کا اپنی ایک امالی میں تذکرہ کیا ہے لیکن انہوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی تحریر نہیں دیکھی ہے۔ اس کے باوجود کہ علامہ مجلسی رحمۃاللہ علیہ کے پاس شہید ثانی کی تمام کتابیں موجود تھیں (بحار الانوار ج ا ص ۱۰)، آپ بحار الانوار میں اس داستان کی ابتدا میں فرماتے ہیں "میں نے اسے کسی بھی معتبر روایات کی کتاب میں نہیں دیکھا ہے۔" ظاہر ہے کہ اگر علامہ مجلسی رحمۃاللہ علیہ نے اس حدیث کو شہید ،ثانی کی کتابوں میں پایا ہوتا تو اسے بحار الانوار کے باب نوادر میں شامل نہ کرتے اور ایک گمنام راوی سے منسوب کرنے کے بجائے اسے شہید ثانی کے حوالے سے بیان کرتے۔

(ب) گمنام راوی اور تحریر داستان کا استنساخ

علماء اور فقباء اسلام کسی بھی کتاب یا تحریر کو قبول کرنے اور اسے کاتب کی طرف منسوب کرنے میں صرف اس کے دعوے پر غور نہیں کرتے بلکہ اس کتاب کی طرف منسوب مؤلف کو معتبر جان لینے کے بعد ہی اسے قبول کرتے ہیں کہ فلاں کتاب تسلسل کے ساتھ بیان شدہ حوالے سے ان تک پہنچی ہے۔ اسی طرح ایک مؤلف کے شاگرد یا راوی اپنے استاد کی اجازت کی بناء پر باتوں کو نقل کرتے تھے اور وہ خود اپنے بعد کچھ لوگوں تک اس اجازے کو منتقل کرتے تھے۔

گذشتہ زمانہ میں اور روش طباعت سے قبل، مکتوب و خطی تحریروں کے قابل اعتماد ہونے کی وجہ مؤلف کا اپنے جانکار لوگوں کو کسی وسیلے یا بغیر وسیلہ کے دیا ہوا اجازہ ہوتا۔ مثلا، علامہ مجلسی رحمۃاللہ علیہ بحار الانوار کی آخری جلدوں میں ان اجازوں کا تذکرہ کیا ہے جو ان کے پاس اس زخیم کتاب میں بیان شدہ حدیثوں کو نقل کرنے کے لئے موجود تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنی کتاب میں نقل ہوئی حدیثوں کو مستند و معتبر قرار دیا۔ لیکن تحریر جزیرہ خضراء، اول تو کاتب سے کوئی مستند رابطہ نہیں رکھتی اور کوئی بھی ایسا نسخہ جو اس کی علی طیبی کی طرف نسبت کا نشاندہی

کرتا ہو موجود نہیں ہے۔ دوسرے، یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس تحریر کا انکشاف کرنے والا اور جو یہ کہتا ہو کہ میں نے اس کا ایک جزو فضل بن علی طیبی کی تحریر میں پایا اور اسے تبدیل کر دیا، وہ کون ہے؟ تا کہ اس کی نسبت سے مضبوط یا کمزور ہونے کا اعلان کیا جا سکے۔ تیسرے، یہ نہیں معلوم کہ فضل بن علی طیبی کی تحریر کا انکشاف کرنے والے اس گمنام شخص نے یہ امتیاز کیسے کیا کہ مندرجہ بالا تحریر فضل بن علی کی ہے۔ لہذا یہ کہنا ہو گا: چونکہ اس شخص نے اپنی تحریر کو کاتب کے ذریعہ حاصل کرنے کا اقرار کیا لہذا اس نے اس تحریر کو اس نام سے منسوب کر دیا۔ لیکن اس بات پر توجہ دینا چاہئے کہ اس طرح کی نسبت علمی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور جیسا کہ پہلے عرض ہوا ہے کہ کوئی بھی تحریر اس وقت مستند ثابت ہوتی ہے جب یہ دلیل پیش کی جائے کہ اس کے کاتب سے جڑی سلسلہ سند معتبر ہو۔ ورنہ کوئی بھی انسان اپنی لکھی تحریر کو معتبر لوگوں سے منسوب کر دیگا۔ مثلا یہ کہا جائے کہ فلاں تحریر زرارہ بن اعین یا محمد بن عمیر کی ہے۔

(ج) داستان میں بیان کی گئی شخصیتیں

اس واقعہ کی ابتداء میں کچھ لوگوں کے نام لئے گئے جن میں سے سوائے فضل بن علی کے کوئی بھی نہ تو معروف شخصیت ہے اور نہ تو ان کی بیان کی گئی کسی حدیث کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ علی بن فاضل جو اس واقعہ کے اصل گواہ ہیں اور جزیرہ خضراء جانے کا دعوی کرنے والے ہیں، اس حدیث کے علاوہ اور کسی بھی حدیث کے لئے جانے نہیں جاتے۔ علماء رجال نے بھی ان سے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ حتی کہ علامہ حلی رحمۃاللہ علیہ اور ابن داوود (صاحب کتاب رجال جو ۷۰۷ ھ میں تالیف ہوئی) جو اس داستان کے نقل کے وقت ہمعصر تھے یا اس دور سے نزدیک تھے، انہوں نے علی بن فاضل نامی کسی بھی شخص کا تذکرہ نہیں کیا۔ جب کہ یہ ہنگام آور واقعہ جو نہ صرف کلام کے اعتبار سے حساسترین تھا بلکہ علم فقہ کے اعتبار سے بھی بعید تھا، اس زمانے کے علمی اور دینی معاشرے میں اس پر کثیر انعکاس ضروری تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ واقعہ نہ صرف سند کے اعتبار سے ضعیف ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ و مستند ہی نہیں ہے۔ اور موجودہ دور کی کتابوں کے علاوہ، بالخصوص علامہ مجلسی کے بعد، اس کی کوئی اور سند موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی حدیثیں قابل اعتماد و اعتبار نہیں ہیں۔

(د) فضل بن یحییٰ علی طیبی کی شخصیت

مجید الدین فضل بن یحییٰ بن علی بن المظفر بن الطیبی کا شمار صاحب کشف الغمّہ (عیسی بن ابی الفتح اربلی) کی اجازت کی بنا پر قابل اعتماد لوگوں میں ہوتا تھا (کشف الغمّہ، ج ۱، ص ۴۴۵) ۔ لیکن یہاں اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ جو فضل بن یحییٰ اس واقعہ جزیرہ خضراء سے منسوب ہیں وہ وہی فضل بن یحییٰ بن المظفر ہیں؟ اس کے علاوہ کتاب کا راوی بھی گمنام و گمشدہ ہے۔ اور علی بن فاضل جس سے فضل بن یحییٰ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے وہ بھی معروف نہیں ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں سند کے اعتبار سے اور بھی خامیاں ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم یہاں اکتفاء کرتے ہیں۔

(ھ) تحقیق از نظر متن و موضوع

۱ - واقعہ کا تحریف قرآن پر دلالت: تمام مطالب جو علی بن فاضل کی شمس الدین سے دونوں ہی شخصیتیں لا معلوم ہیں) اس گفتگو میں بیان کئے گئے ہیں، قرآن مجید کی تحریف پر زور دیتے ہیں۔ یعنی جو شخص اس واقعہ کو قبول کرے، جو کہ ایک گمنام راوی سے منقول اور حدیث واحد ہے، وہ تحریف قرآن کا قائل ہوا۔ جب کہ قرآن مجید ایک متواتر کتاب ہے اور نص قرآن نے اس کے ہر طرح کی تحریف سے پاک و پاکیزہ ہونے پر اسرار کیا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

(سورہ الحجر، آیت ۹)

"ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ "

سوائے اس کے جو مذہب اخباریت کا ماننے والا ہو ، جو کہ ایک سلسلہ وار ضعیف اور غیر معتبر حدیثوں پر ایمان رکھتے ہیں جیسے کہ مندرجہ بالا حدیث، وہ اسلام کی اہم ترین اور معتبر سند کو تحریف شدہ مانتے ہیں جو کہ نہایت ہی لا معقول اور احمقانہ ہے اور عقل و منطق سے بعید ہے۔

ہاں اس قصہ میں مذکور سید شمس الدین نے علی الاعلان یہ کہا ہے کہ جس قرآن مجید کو خلفاء کے زمانے میں مرتب کیا گیا وہ تحریف شدہ ہے۔

جَمَعُوْا ہٰذَا الْقُرْآنِ وَ اَسْقَطُوْا مَا کَانَ فِیْہِ مِنَ الْمَثَالِبِ الَّتِیْ صُدِرَتْ مِنْہُمْ بَعْدَ وَفَاۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ (ص)۔ فَلِہٰذَا تَرَی الْآیَاتِ غَیْرَ مَرْتَبَطِۃِ

یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن مجید جو متواتر ہے اور جس کی ضمانت لی گئی ہے اور جسے تمام ائمہ علیہم السّلام نے وثوق دیا ہے، اس حدیث میں اس پر سوال اٹھائے جائیں؟ کیا وہ شخص جو ایسی جالسازیوں کو رائج کرے، اس کی ان باتوں پر توجہ دینا چاہئے؟

۲ - اس حدیث کے وہ گمنام راوی (علی بن فاضل) جو شیخ مازندرانی کے نام سے منسوب تھے، اس داستان میں انہیں ایک عراقی بتایا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ کسی شہر یا قصبے کی ایک مشہور شخصیت کسی اور نسل سے تعلق رکھتی ہو لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس داستان کو لکھنے والا نسیان کا شکار ہو گیا تھا کیونکہ ایک جگہ اس نے مازندرانی کے نام سے اور دوسری جگہ ایک عراقی کے نام سے راوی کی معرفی کروائی ہے۔

۳ - اس واقعہ میں بیان کیا گیا ہے

ہٰذَا ہُوَ الْبَحْرُ الْاَبْیَضُ وَ تِلْکَ الْجَزِیْرَۃُ الْخَضْرَاءِ وَ ہٰذَا الْمَاءُ مُسْتَدِیْرُ حَوْلَہَا مِثْلَ السُّوْرِ مِنْ اَیِّ الْجِہَاتِ اَتَیْتَہُ وَ جَدْتَہُ وَ بِحِکْمَۃِ اللہِ تَعَالیٰ اَنَّ مُرَاکِبَ اَعْدَائِنَا اِذَا دَخَلَتْہُ غَرَقَتْ

لیکن علی بن فاضل نے اپنی تحریر میں اس جزیرے کو ۷ سات دیواروں اور اونچی مستحکم عمارتوں پر قابض کے طور پر بیان کیا ہے۔ اب اگر اس جزیرے کی آپ سفید اور غیبی طاقتوں سے حفاظت ہو رہی تھی تو یہ مستحکم دیواروں کی کیا ضرورت تھی؟ یہ موضوع اور بھی دلچسپ ہو جاتا ہے جب ہم اس بات پر توجہ دیں کہ سیّد شمس الدین اور ان کے آباو اجداد کی چند پشتیں وہاں زندگی بسر کر رہی تھیں؟

۴ - داستان میں خادمان مسجد کا بیان ہے:" امام علیہ السّلام کا دیدار ناممکن ہے۔" لیکن سید شمس الدین کی گفتگو میں انہوں نے ایک دوسری بات بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اے میرے بھائی ! ہر مومن اپنے خلوص کی بناء پر یہ توانائی رکھتا ہے کہ وہ امام علیہِ السلام کو دیکھے لیکن انہیں پہچان نہیں سکتا۔ اب اس ناممکن بنائی اور مشروط بینائی کے در میان کیسے امتیاز کیا جائے؟

۵ - ایک مرتبہ جمعہ کے دن، جب علی بن فاضل نے بیرون مسجد سے شور و غل کی آوازیں سنی اور اس کی علت دریافت کی تو سید شمس الدین نے جواب دیا کی یہ لوگ امام علیہ السّلام کی فوج کے ۳۰۰ سپاہی ہیں جو امام علیہ السّلام کے ظہور کا اور ۱۳ مزید افراد کا انتظار کر رہے ہیں۔

اس بناء پر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ ۳۰۰ افراد جو امام زمانہ علیہ السّلام کے خاص ہیں ان کی بھی طولانی عمر ہوگی جو آج تک باحیات ہیں اور آئندہ بھی با حیات رہینگے جب تک امام علیہ السّلام کے زمانے ظہور کو درک نہ کر لیں۔

کیا اس طرح کی گراں قدر باتوں کی کوئی دلیل ہے؟ ہمارے پاس صرف امام زمانہ علیہ السّلام اور چند انبیاء علیہم السّلام سے متعلق ایسے دلائل موجود ہیں لیکن ان ۳۰۰ افراد کے بارے میں کہ ان کی بھی عمر طولانی ہوگی، ایسی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔

۶ - اس حدیث کے مطابق حضرت کے شیعوں پر خمس مباح ہے اور اس کی ادائیگی واجب نہیں ہے۔ یہ بات زمانہ غیبتؑ کی ابتدا سے زمانہ حال کے تمام علماء و فقہاء اسلام کے نظریات کے بر خلاف ہے۔

۷ - علی بن فاضل نے سید شمس الدین سے سوال کیا: کیا آپ نے امام علیہِ السلام کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، لیکن میرے والد نے مجھ سے کہا تھا کہ انہوں نے امام علیہ السّلام کی آواز سنی ہے پر ان کا دیدار نہیں کیا ہے۔ اور میرے جد بزرگوار نے امام علیہِ السلام کی آواز ہی نہیں سنی بلکہ انہیں دیکھا بھی ہے۔ سید شمس الدین اک داستان میں دوسری جگہ کہتے ہیں: ہر ایک مومن خلوص دل سے امام علیہِ السلام کو دیکھ سکتا ہے لیکن انہیں پہچان نہیں سکتا۔ میں نے کہا: میں بھی ان مخلصین میں سے ہوں لیکن میں نے تو کبھی امام علیہ السّلام کا دیدار نہیں کیا؟ انہوں نے کہا: تم نے بھی امام کو دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک بار سامرا کے راستے میں اور دوسری بار مصر کے سفر میں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص جو امام علیہ السّلام کا خاص نائب ہونے کا دعوی کرتا ہو اور امام علیہِ السلام کی لوگوں سے ملاقات کی بھی خبر رکھتا ہو، اس نے خود امام علیہِ السلام کو نہ دیکھا ہو اور یہ ظاہر کرے کہ اس کے والد نے امام علیہِ السلام کی آواز سنی تھی؟ اور ایک دوسری جگہ یہ بھی دعوی کرتا ہو کہ امام زمانہ علیہ السّلام مدینہ، عراق اور طوس میں اپنے آبا و اجداد کی قبروں کی زیارت کر کے اس جزیرے پر پلٹتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے مراد یہ ہے کہ سید شمس الدین امام زمانہ علیہ السّلام کے سفر، حضر، آمد و رفت سے بھی باخبر تھے اور یہ بھی کہ حضرت علیہ السّلام خود جزیرہ خضراء میں مقیم ہیں۔ یہ بات قابل غور و فکر ہے کہ جو شخص امام علیہِ السلام سے متعلق اس طرح کی دقیقی معلومات رکھتا ہو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے امام علیہِ السلام کو دیکھا نہ ہو؟

خلاصہ یہ کہ اس طرح کی بے بنیاد باتوں کی ہمارے علماء و مراجع کرام نے تردید کی ہے اور ایسے غیر معتبر بیانات کو قبول کرنے سے مومنین کی حفاظت کی ہے۔ لہذا ہمارا بھی یہ فریضہ ہے کہ ہم اس طرح کی خبروں پر توجہ نہ دیں اور زیادہ سے زیادہ اپنے زمانے کے امام کی حقیقی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ خدا ہمارے سروں پر علماء اور مراجع کا سایہ بر قرار رکھے، ہمارے امام علیہِ السلام کے ظہور پر نور میں تعجیل فرمائے اور ہمیں ان کے مخلص غلاموں میں شامل ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

(شاعر اہل بیت جناب رضا سرسوی- خاص المنتظر کے لئے)

پھر عزاداروں پہ مولا ظلم کی یلغار ہے گردنوں پہ اہل ایماں کی چھری کی دھار ہے
اب شریفوں کو یہاں جینا بہت دشوار ہے آپ آجائیں مرے مولا تو بیڑا پار ہے

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

اہل حق کی آج دنیا میں کوئی عزت نہیں دل میں اب بچوں کے بھی ماں باپ کی عظمت نہیں
خون ناحق کی میرے مولا کوئی قیمت نہیں اب نمازوں کو ادا کرنے کی بھی فرصت نہیں

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

عزت محراب و منبر آج پھر خطرے میں ہے بیٹیوں کے سر کی چادر آج پھر خطرے میں ہے
مقصد سبط پیمبر آج پھر خطرے میں ہے حرمت اللہ اکبر آج پھر خطرے میں ہے

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

ہورہا ہے ختم اے مولا مراجع کا وقار غیبتوں نے کر دیا ہر ایک دامن داغدار
ہیں گریباں عالموں کے چاک، دامن تار تار رورہی ہے آج پھر اپنے گلابوں کو بہار

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

کچھ بھی کہہ دیتا ہے کوئی بھی مراجع کے خلاف بڑھ رہا ہے جانے کیوں مولا نیوں میں اختلاف
چڑھ رہے ہیں جانے کیوں چہروں پر نفرت کے غلاف نفرتوں کے بال ہیں سینوں میں اور چہرے ہیں صاف

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

آپ ہیں پردے میں مولا بیٹیاں ہیں بے ردا نرغائ ظلم و ستم میں گھر گئے ابل عزا
چھین لی ہے مغربی تہذیب نے شرم و حیا دے رہی ہے آپ کو آواز مولا کربلا

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

ہے یزیدوں کی یہی کوشش کہ یہ ماتم نہ ہو آنکھ کوئی سبط پیمبر کے غم میں نم نہ ہو
زندگی قوموں کو جو دیتا ہے اسکا غم نہ ہو ہاتھ میں جھنڈا تو ہو عباس کا پرچم نہ ہو

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

خون میں ڈوبے ہوئے ہیں آج بحرین و نجف آپکو صدیوں سے آنکھیں ڈھونڈتی ہیں صف بہ صف
ہے نگاہ بد ہر اک ظالم کی ایراں کی طرف اے دل در نجف اے رکن ایماں کے صدف

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

ہو رہی ہے آدمیت پھر درندوں کا شکار پونچھ دو چہروں سے بیواؤں یتیموں کے غبار
غم کے ماروں کی کوئی سنتا نہیں چیخ و پکار اب نہیں کوئی علاج غم سوائے ذوالفقار

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

کیجیئے آزاد مولا ظلم کی زنجیر سے عزتیں پائیں تبرک میں غم شبیر سے
گونج اٹھے سارا زمانہ نعرہ تکبیر سے جراتیں پائیں مسلماں بھیک میں بے شیر سے

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

حال دل کس سے کہیں مولا سوائے آپ کے کچھ نہیں ہے اپنا سرمایہ سوائے آپ کے

چارہ گر کوئی نہیں اپنا سوائے آپ کے ہم نے رب سے کچھ نہیں مانگا سوائے آپ کے

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

واسطہ اللہ تجھ کو عزت سادات کا دے شفا ذہنوں کو اب زین العبا کا واسطہ

بیج اب اسکو جسے پردے میں ہے تونے رکھا عام کر سارے زمانے میں غم کرب و بلا

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

سارے غم مولا عریضے میں کہاں لکھتے ہیں ہم سانس لینے ہی نہیں دیتے ہیں ابل ستم

اپنی مظلومی کا قصہ کیا کریں مولا رقم آپ کی غیبت میں بس اپنا سہارا ہے علم

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

آپ کو مولا روائے فاطمہ کا واسطہ جس طرف دیکھیں نظر آئے علم عباس کا

کیجیئے ہر دشمن کرب و بلا کا خاتمہ مجلس و ماتم ہو ہر گھر میں بچھے فرش عزا

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

کھا گئی کسی کی نظر اس بھولی بھالی قوم کو سب حسینی ایک ہی یہی ہر موڑ سے آواز دو

اختلافی راستہ چھوڑو عزا خانہ چلو شوق سے پھر یہ امام عصر سے ملکر کہو

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

خون کے آنسو بہاتا ہے زمانے کا امام اپنے مولا کو سکوں آئے کریں ہم ایسا کام

یاد آتا ہے کبھی کوفہ کبھی دربار شام دیکھ کر ہم کو کہیں سب یہ ہیں حیدر کے غلام

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

گونج اٹھے سارے زمانے میں صدائے انقلاب منبر و محراب پہ مولا پلٹ آئے شباب
صدقۂ زینب میں ہو بہنوں کے چہروں پر نقاب جتنے دہشت گرد ہیں ان سب کا ہو خانہ خراب

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

ہر طرف آئے نظر علم و عمل کا آفتاب سب لکھیں اور سب پڑھیں مل کر محبت کی کتاب
روشنی پھیلائے دنیا میں چسینی ماہتاب اپنے چہرے سے الٹ دیں آپ اب مولا نقاب

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

کیا سنائیں حال مولا آپ کو سب ہے خبر سیریا میں آئے اسرائیل سے کچھ اہل شر
ہوگئے بحرین میں برباد مظلوموں کے گھر ہے عزاداروں پہ مولا کُچھ یزیدوں کی نظر

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین

اے رضا جب تک بھی تیری انگلیوں میں ہے قلم مقصد سرور سے ہٹنے پائیں نہ پیچھے قدم
خدمت مولا میں ہر دن یہ عریضہ کر رقم جب غم شبیر دل میں ہے تو پھر کا ہے کا غم

اے میرے مولا سکون عسکری نرجس کے چین
منتظر ہیں آپ کے کب سے غلامان حسین